www.novelsclubb.com
MA
پابندِ سَلاسِل
ازقلم
مرجان قطب
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

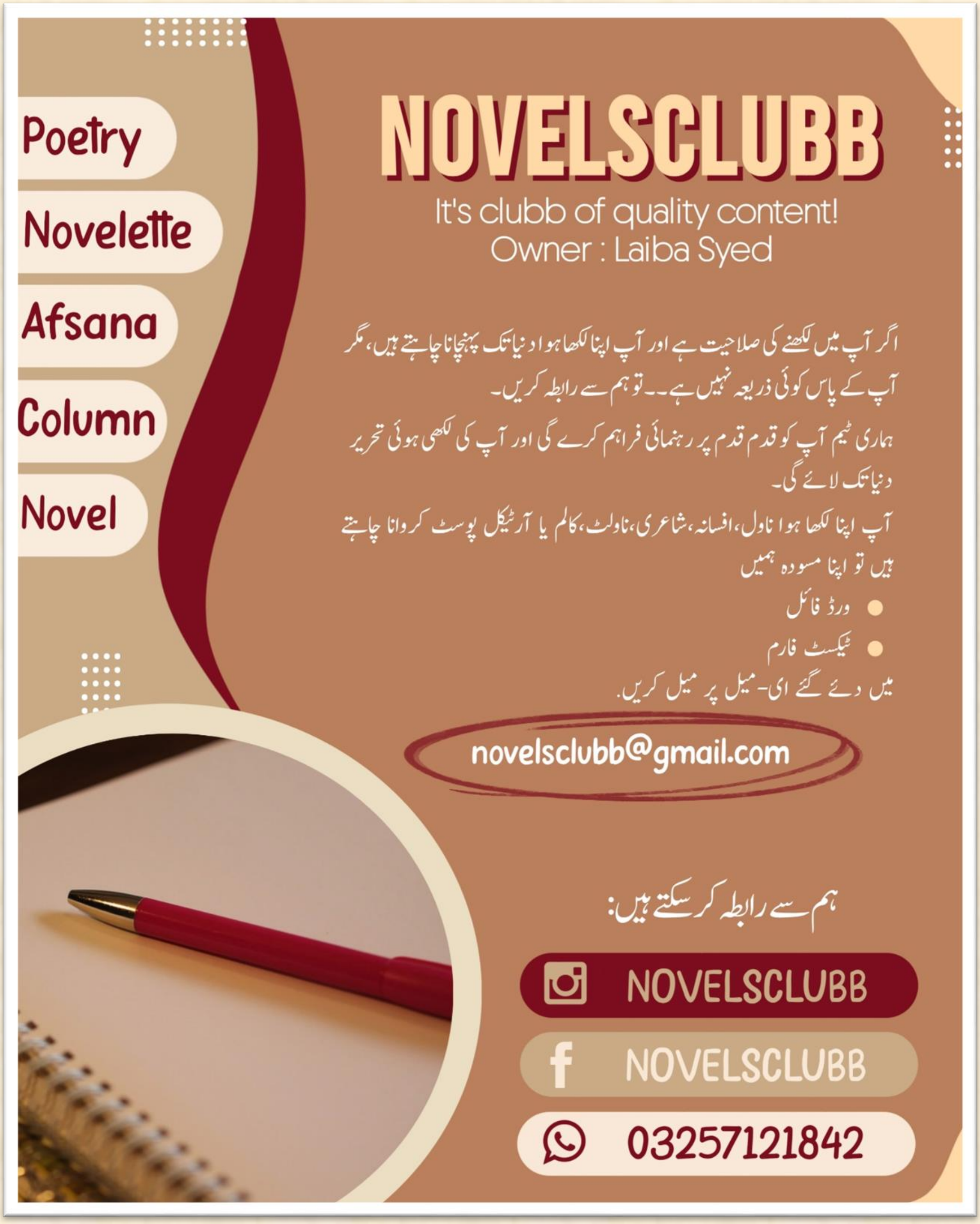
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر
آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر
دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے
ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

پابندِ سلاسل

از قلم

مرجان قطب

Clubb of Quality Content

ناول " تخیل " کے تمام جملہ حق لکھاری " مرجان قطب " کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

'پابندِ سَلاسل 'اَز قلم: مرِجان قُطب

ساتویں قِسط:

اُسکی بے چین نیند کو بجتے سیل فون نے توڑا۔ بھاری ہوتے سَر اور دُھکتی آنکھوں کے ساتھ اُس نے بامشکل آنکھیں کھول کر کروٹ بدلتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر پڑے، مسلسل سَر پر ہتھوڑے کی طرح بجتے سیل فون کو اُٹھا کر دیکھے بغیر کان سے لگایا۔

"زیبی! تم ٹھیک ہو نہ؟" زینت کی آواز پر اُس نے سُستی سے اُٹھ کر جمائی روکی۔

"ہمم! مجھے کیا ہونا ہے؟" اُسکی آواز کی بے خبری پر زینت کے چودہ طبق روشن ہوگئے۔

"میری بہن! تمہارے خاندان کی سوشل میڈیا پر دھجیاں اُڑ رہی ہیں۔" زینت کی بات میں کچھ اِیسا تھا کہ میزاب ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔ ساری نیند اور بے آرامی بھک سے اُڑ گئی۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" اُسکے حواس کو جگہ پہ آنے کے لیئے لمحہ لگا تھا۔

"تمہارے کزن نے جو کسی کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے اُسکی ویڈیو اِنٹرنیٹ پر گردش کر رہی ہے۔" زینت کی اگلی اطلاع پر ڈوبتے دِل کے ساتھ بستر سے نیچے اُتری اور بھاگ کے کمرے کا بند دروازہ کھول کر باہر نِکلی۔ اُسکو قالین کی دبیز گرمائش سے سَر د زمین کی ٹھٹھراتی

سردی پر قدم رکھنے کا احساس تک نہیں ہوا۔ سَر پر اُوڑھ رکھا دوپٹہ اُسکے طویل راہداری میں بھاگنے کے باعث سَر سے کسی بھی لمحے اُترنے کو تیار تھا۔

"یا اللہ! وہ کیوں سوئی رہی؟" زینت کی کال کاٹ کر یونہی چہرہ جُھکائے آگے بھاگتے ہوئے اُس نے سیل فون پر نظر ڈالی اور تبھی سیڑھیوں کی ابتداء پہ پُہنچ کر اُسکا پاؤں سِلپ ہوا۔ بغیر کسی چیخ کے وہ جھٹکا کھا کر آگے کو گرنے لگی۔

"دھیان سے!" شناسا آواز نے بوکھلا کر اُسکی پُشت پر بازو پھیلا کر اپنی جانب کرتے ہوئے اُسے بروقت گرنے سے بچالیا۔ جھٹکا کھا کر سَر سے پھسلتے دوپٹے کے ساتھ اُس نے چہرہ جیسے ہی پھیرا، عباس ساکن رہ گیا اور پھر

لرزاُٹھتے دِل سے اپنے بازو کو چُھوکے پھسلتے دوپٹے کو پکڑ کر اُسکے چہرے پر یوں تیزی سے ڈالا کہ خود کو دیکھتی پھیلی سُرمائی آنکھیں تک چُھپ گئیں۔ پُشت پر سے تحفظ دیتا حصار عُجلت میں جِس طرح ہٹایا گیا، آنکھوں پر دوپٹہ آنے کے باعث میزاب لڑکھڑا کر پیچھے ہوئی۔

"احتیاط سے!" وہ پِھر سے اُسے تھامنے کو آگے بڑھا مگر تب تک میزاب سنبھل چکی تھی۔ دوپٹہ سَر پر اچھی طرح جماتے ہوئے یاد آنے پر سیڑھیاں بھاگ کر اُترتے ہوئے عباس کو

حیران کر گئی۔ نا سمجھی بھری بے چینی سے وہ اُسکو ریلنگ سے جُھک کر ٹھنڈے یخ فرش پر بھاگتے دیکھ کر گہرا سانس لیتا ہوا خود بھی تیزی سے نیچے اُتر کر ہال میں آیا جہاں ناشتے کا اِنتظام ہونے والا تھا۔

"ذکی کہاں ہے ؟" سب افراد پر ایک طائرانہ نظر ڈال کر میزاب نے سوال کیا اُس پر سب اپنی مصروفیات ترک کر کے اُسکو دیکھنے لگے جو یقیناً نیند سے اُٹھ کر یونہی بھاگتی ہوئی نیچے آ گئی تھی۔

"کیوں رات کی کوئی کسر باقی رہ گئی ہے ؟" آمینہ بیگم نے تڑخ کر پوچھا۔

"یہ انگارے چبانے کا وقت نہیں ہے، آمینہ چچی۔ آپ کے بیٹے کو گرفتار کرنے کے لیئے پولیس آ رہی ہے۔" اُس نے بے حد سنجیدگی سے اُن سب پر دھماکہ کر دیا۔ اطمینان سے بیٹھے ہاشم اور کاشف بزنجو اپنی نشست چھوڑ کر ایک جھٹکے سے کھڑے ہوئے۔

"یہ۔۔۔ یہ تمہاری حرکت ہے۔ تم ڈسنے سے باز نہیں آ سکتی نہ ؟" کرسی دھکیل کر رفعت شیرازاُس تک آئیں مگر بر وقت آگے آتے عباس نے اُن کی کوشش پِھر سے ناکام بنا دی۔

میزاب نے اُس مضبوط پُشت کو دیکھا جِس نے اُسکو اپنے عقب میں چُھپا لیا تھا۔

"یہ سب کیا ہے، میزاب؟" ہاشم بزنجو کے برف جیسے سَرد سوال پر میزاب نے چونک کر چہرہ پھیرا۔

"کاش اِس میں میرا عمل دخل ہوتا مگر افسوس ذکی اور مُدثر کے کسی واقف کار نے وہاں موجود ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دی ہے راتوں رات۔" وہ اپنے اعصاب سنبھال چکی تھی۔ سامنے کھڑے عباس کی آنکھیں جُھکیں اور پِھر میزاب کی جانب پلٹتے ہوئے اُس نے اپنے پاؤں سے سلیپرز اُتار کر میزاب کے سامنے کیئے۔

"فرش ٹھنڈا ہے۔" اُسکے اِصرار پر میزاب سب بُھول کر اُسکا چہرہ دیکھنے لگی۔ اُن حیران آنکھوں سے بچنے کو عباس نے اُسکے سامنے جُھک کر جوتے اُسکے پاؤں میں پہنا دیئے۔ گرم پُر حدت ہاتھ، برف ہوتے پاؤں سے ٹکراتے ہی میزاب کو ہوش کی دُنیا میں لے آئے۔ اُسکے دِل کی حالت سے غافل عباس اُٹھ کر واپس جا رہا تھا۔ اُسکا اِس نجی معاملے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم؟" کاشف بزنجو کے بلند، ضبط کھوتے لہجے پر دروازے کو پار کرتا عباس ٹھہر کر پلٹا۔

"اگر میری بات بکواس ہے نہ تو ایک بار خبریں دیکھ لیں۔" اُس نے بڑے ضبط سے اُنکا توہین آمیز لہجہ برداشت کیا۔ ہاشم بزنجو سامنے تھے۔ وہ اُنکو مزید ذہنی دھچکا نہیں دینا چاہتی تھی۔ تقی نے بوکھلا کر سب سے پہلے شاک سے نکل کے ٹیبل ریموٹ سے کنٹرول اُٹھا کر بڑی سی ایل-ای-ڈی روشن کر دی۔

"ناظرین! کل رات سے گردش کرتی، تہلکہ مچاتی ویڈیو کی تصدیق ہو گئی ہے۔ ویڈیو بالکل اصلی ہے اور تاحال بزنجو خاندان کی جانب سے کوئی بیان سامنے نہیں آیا جبکہ پولیس نے معاملے کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے ذکی کاشف بزنجو کی گرفتاری کو بغیر وارنٹ کے حتمی بنا دیا ہے۔" آمینہ کاشف نے لڑکھڑا کر صوفے کا سہارا لینا چاہا۔

"امی!" زوبیہ نے آگے بڑھ کر بامشکل اُنکو سنبھال کر صوفے پر بٹھایا۔

"اِس ویڈیو میں یہ دیکھنے کو مِلا ہے کہ کیسے میزابِ رحمت بزنجو نے معاملہ دبا کر اپنے خاندان کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنکا بھی معاملے میں برابر کا حصّہ ہے۔" عباس کی آنکھوں میں یک دم سُرخی بڑھی۔ چہرہ جُھکائے بغیر اُس نے سیل فون جیب سے نکال کر اپنی آنکھوں کے سامنے کیا جہاں جواد کا فخریہ پیغام جگمگا رہا تھا۔

"پھر کیسا دیا دُشمنوں کو؟ چھکے چھڑا دیئے نہ؟؟"

"ذکی کو بُلا کر لاؤ تقی۔" میزاب کی آواز پر اُس نے بےاِختیار چہرہ اُٹھا کر اُوپر دیکھا۔ خبروں میں اینکر اَب گلا پھاڑ کر میزابِ رحمت کے بارے میں جو منفی بات کہہ سکتی تھی، کہہ رہی تھی۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ سب کسی اِیسے ہی موقعے کی تلاش میں ہوں۔

"ذکی گھر نہیں ہے۔" پریشان سا تقی بھاگتا ہوا آیا اور اُس نے جو اطلاع دی اُس پر میزاب نے گہرا سانس لیا۔

"مُدثر کہاں ہے؟" اُسکا اگلا کڑا سوال اندر آتے مُدثر نے واضح سُنا۔

"مجھے نہیں معلوم ذکی کہاں ہے۔" میزاب اور ہاشم بزنجو کو دیکھ کر اُس نے اُسی لاعلمی، پریشانی اور گھبراہٹ سے کہا جو اِس وقت میزاب اور عباس کے علاوہ ہر چہرے پر رقم تھی۔

"تم سے صرف ایک کام کرنے کو کہا تھا میں نے اور وہ بھی نہیں کر سکے تم۔" میزاب کا لہجہ بہت مدہم مگر افسوس بھرا تھا۔

"آب۔۔۔ میرا بیٹا؟ کہاں ہے؟ اُسکے ساتھ کیا ہوگا؟؟" آمینہ کاشف کی ساری تیزی طراری ہوا ہو چکی تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔میں سب سنبھال لوں گی۔"اُسکے نرم لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ ہال کمرے میں موجود سب لوگوں کو سانپ سونگھ گیا۔سب جانتے تھے جب وہ یہ کہہ دے تو سب واقعی سنبھال لیتی تھی۔

"م۔۔۔میرے بیٹے کو بچالو،زیبی۔وہ۔۔۔اُس سے غلطی ہو گئی ہے۔"آمینہ کاشف صوفے سے اُٹھ کر بھیگتی آنکھوں سے اُس تک آئیں۔میزاب کتنی دیر تک اُنکے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکی۔سامنے کھڑی عورت جتنی مرضی ظالم،سفاک،زُبان دراز،بے حس اور مطلبی ہو جائے آخر تھی تو ایک ماں ہی۔کیسے اپنی اولاد کو کھو دینے کے خوف نے اُنہیں جھنجھوڑ رکھ دیا تھا۔

"آپ کے بیٹے سے غلطی نہیں گناہ ہوا ہے،چچی مگر فکر نہ کریں۔ہر گناہ کے لیئے توبہ،تلافی اور کفارہ موجود ہے۔"اُس نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر اُنکے شانے پر رکھتے ہوئے آہستگی سے تھپتھپایا۔عباس نے مُٹھی بھینچ کر چہرے کا رُخ جونہی پھیرا اُسکی نگاہ مدہم سا مُسکراتے ہاشم بزنجو کے چہرے تک جا کر ٹھہر گئی۔وہ آنکھوں میں عجیب سا فخر اور زعم لیئے میزابِ رحمت کو دیکھ رہے تھے۔

"ہمیں پولیس کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنا ہو گا۔ آپ لوگوں نے ذکی کی گرفتاری پر بھی بہت تحمل کا مظاہرہ کرنا ہے۔ میں باقی سب دیکھ لوں گی۔" وہ پہلے سے ہی اُنہیں خبردار کر رہی تھی تاکہ کوئی تماشا نہ لگے۔ ذکی کو گرفتاری سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

"چاچو! ذکی کا معلوم کریں۔ آپ جانتے ہیں نہ اُس نے گرفتاری نہ دی تو میں کچھ نہیں کر سکوں گی۔" میزاب نے کاشف بزنجو کو بہت سنجیدگی سے باور کروایا۔ سَر اثبات میں ہلا کر اُنہوں نے سیل فون اپنی جیب سے مِلا کر تیزی سے کسی کا نمبر ڈائل کیا۔ ایک شخص تھا جسے معلوم ہو گا کہ ذکی کہاں ہے۔ وہی شخص جسے اُنہوں نے ذکی پر چوبیس گھنٹے نظر رکھنے کو رکھا ہوا تھا۔ اُنکے خاندان کا بھروسہ مند مُلازم، شریف۔

"شریف! جلدی سے مجھے ذکی کی لوکیشن بھیجو۔" دوسری طرف شریف جیسے پہلے ہی اُنکے حکم کے لیئے تیار تھا۔

"زیبی سب سنبھال لے گی۔ چلو! سب ناشتہ کرو۔" ہاشم بزنجو کی بات پر سب سَر جھٹکتے ہوئے ڈائیننگ ٹیبل کی جانب بڑھے سوائے میزاب کے۔ وہ تیز قدموں سے عباس کے پاس سے ہو کر باہر نِکل گئی۔ اُسکے جانے سے پہلے عباس نے پلٹ کر اُن سب کو دیکھا جو سب

ناول کلب Clubb of Quality Content

بُھول کر ناشتے میں مگن ہو چُکے تھے۔اُنکو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اُنکے لیئے سب کچھ کرتی، ہلکان ہوتی عورت نے نہ سہی سے رات کو کچھ کھایا تھا اور نہ اَب صُبح کا ناشتہ۔افسوس سے سَر جھٹک کر وہ میزاب کے پیچھے ہو لیا۔اپنے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے اُس نے وہاں سے اپنا سیاہ اوور کوٹ اُٹھایا اور پھر تقریباً بھاگ کر اُس تک آیا جو گاڑی کھول کر بیٹھنے لگی تھی۔آگے بڑھتے ہوئے اپنا کوٹ اُسکے شانوں پر پھیلا کر دروازہ کھولتے ہوئے پیچھے ہوا۔میزاب نے ٹھٹکے بغیر چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا۔جانتی تھی کون ہو گا اور وہی تھا۔اُسکے پاس رات کا یہ سفید لمبا سا فراک بدلنے کا بھی وقت نہیں تھا۔میزاب کی نگاہ غیر اِرادتاً اُس کے پیروں تک گئی۔وہ صُبح خیزی کا عادی تھا۔مکمل تیار اُسکے سامنے کھڑا وہ میزابِ رحمت کو ایک بار پِھر عجیب سے احساسات سے دوچار کر گیا۔اُس نے اَب سیاہ شوز پہن رکھے تھے اور میزاب نے ابھی بھی اُسکے سلیپرز۔وہ سفید فراک اِتنا لمبا تھا کہ اُسکے پاؤں چُھپ گئے تھے نہ بھی چُھپتے تب بھی اُسکے پاس وقت نہیں تھا۔اُسکے اندر بیٹھتے ہی عباس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور سیاہ گاڑی ایک بار پِھر ایف-آئی-اے کے آفس کی جانب دوڑ رہی تھی۔

"آپ پھر یہاں آگئی ہیں، میڈم۔" دروازے سے اندر آتی میزاب کو دیکھ کر انسپکٹر نے کھڑے ہوکے مُسکراتے ہوئے کہا مگر اُسکے پیچھے سے آتے سنجیدہ، پتھر جیسے تاثرات والے مردِ کو دیکھ کر مُسکراہٹ سِمٹی۔

"ڈی-ایس-پی، جواد موجود ہیں؟" میزاب نے اُسکی بات نظرانداز کرکے اِرد گرد دیکھا جہاں اُسکے آنے سے سارے سٹیشن میں ہلچل مچ گئی تھی۔ بات ڈھکی چُھپی تو رہی نہیں تھی۔

"جی! وہ عدالت گئے ہیں۔" اُسکی اطلاع پر میزاب نے اثبات میں سَر ہلایا اور تیزی سے پلٹی۔ وارنٹ کے آنے سے پہلے پہلے اُسے ذکی کی گرفتاری کروانی تھی۔ سیل فون نکال کر اُس نے تیزی سے مُدثر کو کال مِلا کر سیل فون کان سے لگایا۔

"دس منٹ کے اندر ذکی کو پولیس سٹیشن لے کر پہنچو اور اُسکے دماغ میں یہ بات بٹھا کر لانا کہ وہ گرفتاری دینے آیا ہے۔" ایک ایک لفظ چبا کر کہتے ہوئے اُس نے مُدثر کو جہاں خاموش کروایا وہیں عباس کو چونکا دیا۔

"تم ایف-آئی-اے کے دفتر ہو؟" قبل اِسکے مُدثر کے سوال کا جواب دیتی، کائنات کی آتی کال پر مُدثر کو دوبارہ کال کرنے کا کہہ کر کائنات کی کال اُٹھائی۔

"اسلام علیکم، مِس کائنات!" وہ تیار تھی ایک اور بڑے دھچکے کے لیئے۔اُسکے گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی ایف-آئی-اے کے دفتر سے نکل کر اَب مین شاہراہ پر دوڑ رہی تھی۔

"بوڈ آف ڈائریکٹرز نے قیامت برپا کرر کھی ہے، میم!" کائنات کی پریشان آواز پر اُس نے گہرا سانس لیا۔

"میں سنبھال لوں گی، مِس کائنات۔آپ آدھے گھنٹے بعد کی میری بورڈ آف ڈائریکٹرز سے میٹنگ رکھیں۔میں بس آفس آرہی ہوں۔" اُسکی اطلاع پر کائنات نے بوکھلاہٹ سے عینک ناک پر دُرست کی۔

"صرف یہی نہیں بزنجو اِنڈسٹریز کے بورڈ آف ڈائریکٹرز بھی۔کیا میں ہاشم صاحب کو کال کروں؟" کائنات جانتی تھی میزاب ایک دِن میں سب مینج کرسکتی ہے مگر وہ اُسکا ورک لوڈ کام کرنا چاہتی تھی۔

Clubb of Quality Content

"نہیں! دادا کو نہیں کہنا۔ میں مینج کرلوں گی۔ آپ ایسے کریں کے ڈیڑھ گھنٹے کے وقفے سے دونوں میٹنگز رکھوادیں۔ میں بس پہنچنے والی ہوں۔" اُسکے تیزی سے کہے جانے پر عباس نے نگاہ اُٹھا کر بیک ویو مرر میں دیکھا حالانکہ جانتا تھا کہ شیشہ ہمیشہ نیچے کے رُخ رہتا ہے۔

"جان نِثار! ہم آفس جائیں گے۔" کال مُنقطع کرکے اُس نے نرمی سے کہا جبکہ عباس نے بغیر کچھ کہے اثبات میں سَر ہلادیا۔ میزاب اَب سیل فون پر کائنات کے میٹنگ سے مطابقت رکھنے والی اہم معلومات کو پڑھ رہی تھی۔ وقت کم تھا اور اُسے ابھی بہت کچھ دیکھنا تھا۔

"آگیا آفس؟" گاڑی کے رُکنے پر اُس نے چہرہ اُٹھائے بغیر سوال کیا۔

"نہیں! بس پانچ منٹ۔" تیزی سے کہہ کر عباس گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نِکلا۔ میزاب نے نا سمجھی سے چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا جو بھاگتے ہوئے روڈ کراس کرکے کسی بلڈنگ میں داخل ہورہا تھا۔

"کوئی اہم کام ہوگا، میزاب۔ اپنے کام سے کام رکھو۔" خود کو سَرزنش کرکے اُس نے سیل فون کی جلتی سکرین پر نگاہ جمائی۔ اُس نے پھِر سے نگاہ بچا کر سائیڈ پر دیکھنا چاہا مگر مُدثر کی آتی کال نے اُسے اُس بےاِختیاری سے بچالیا۔

"ذکی! اپنے دوست کے گھر تھا۔ میں اُسے لے کر نِکل رہا ہوں۔" مُدثر کی اطلاع پر میزاب نے تشکر سے آنکھیں موند کر کھولیں۔

"اُسکو سمجھا کر لے کے آنا، مُدثر۔ میری میٹنگز ہیں بہت ضروری۔ اِسکے بعد میں ہاسپٹل جاؤں گی۔" متوجہ نہ ہونے کے باوجود بھی اُسے عباس کے گاڑی میں بیٹھنے کی خبر ہو گئی تھی اور اِرد گرد سے اپنا اِس قدر باخبر رہنے پر اُسکے دِل نے بے بس سی خود کو ڈپٹا۔

"کیا مطلب ہے ہسپتال کیوں؟ تم سب کا دماغ ابھی تک جگہ پر نہیں آیا؟" مُدثر کے اگلے سوال پر دِل پہ طاری ہوتی وہ کیفیت بھک سے اُڑی۔

"تمہیں یہ سوال مُجھ سے پوچھنے سے پہلے کچھ شرم کرنی چاہیئے تھی، مُدثر۔" تاسف سے کہہ کے اُس نے کال مُنقطع کر کے سیل فون بے دلی سے سائیڈ پر پٹخا۔ عباس نے اُسے متوجہ کیئے بغیر اُسکی جانب کا شیشہ تھوڑا سا اِتنا نیچے کیا کہ اندر تازہ ہوا نے داخل ہو کر اُسکے کھچتے اعصاب کو طمانیت زدہ کر دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جزاک اللہ، جان نِثار!" اُسکی نرم آواز پر شہد رنگ آنکھیں لرز کر جُھکیں۔ بامشکل گاڑی کی سپیڈ کم کر کے قریب آ چُکے مال کی اندرونی پارکنگ لاٹ میں روک کر باہر نکل کر اُس نے میزاب کے لیئے دروازہ کھولا۔

"باس!" وہ جو آگے بڑھ گئی تھی، عباس کی پُکار پر اُسکا پورا وجود سماعت بَن گیا۔ چونک کر وہ ساختہ پلٹی۔ عباس نے بغیر کچھ کہے سیاہ رنگ کا کاغذ کا شاپنگ بیگ اُسکی جانب بڑھایا۔

"ہمم!" کچھ چونک کے اُس نے شاپر تھام کر اندر جھانکا۔ وہ اُسکا ڈرائی کلین کروانے والا کوٹ کب کا واپس کر چُکا تھا تو یہ۔۔۔۔

"آپ کی میٹنگز ہیں ابھی اور اِیسے وقت میں آپکو اچھا دِکھنا چاہیئے۔" یہ اُسکی میزاب سے دو تین دِن بعد کی جانے والی پہلی طویل بات تھی۔ اندر نظر آتے کپڑوں کو دیکھ کر میزاب دھیرے سے مُسکرا دی۔

"تمہارا خرچہ کروا دیا میں نے۔" اُس مدہم مُسکراہٹ نے عباس جان نِثار کو سحر زدہ کر دیا۔ اِتنی مُضمحل، نڈھال مگر دِل کھینچ لینے والی مُسکراہٹ کسی کی کیسے ہو سکتی ہے؟

✓وہ مُسکرا کر دیکھتا ہے ہمیں اور ہم

جو ہو چکے ہیں وہ خسارے بُھول جاتے ہیں۔۔۔

وہ آگے لفٹ کی جانب بڑھ گئی تھی۔لفٹ میں وہ خود بھی داخل ہو کے ہر وقت کی طرح آگے کھڑا تھا۔لفٹ تیزی سے اُوپر جا رہی تھی مگر عباس جان نثار کے دِل کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔جو جذبے اُسکے دِل میں سَر اُٹھا چکے تھے، منفی نہیں تھے مگر پِھر بھی اُسکے لیئے منفی اور مضر تھے۔لفٹ کُھلی، میزاب اُسکے پاس سے ہو کر باہر نِکل گئی اور وہ اپنی تمام سوچوں سے وہیں کھڑا نبرد آزما ہوتا رہا۔

"جان نِثار!"دُور سے آتی دِل کو کھینچ لینے والی آواز پر عباس نے جُھکا چہرہ اُٹھایا۔وہ لفٹ کا دروازہ کھولے اُسکو تشویش سے دیکھ رہی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟"اُسکی غائب دماغی میزاب ایک نظر میں محسوس ہو گئی تھی۔عباس بغیر چونکے سَر اثبات میں ہلا کر باہر نِکلا اور پیچھے لفٹ بند ہو گئی۔

"کیا ہوا تمہیں؟"میزاب کے تفکرانہ، کھوجتے سوال پر اُس نے نگاہوں کا زاویہ تیزی سے بدلا۔

"آپ چلیں، میٹنگ کے لیئے دیر ہو جائے گی۔" اُس سنجیدہ لہجے پر وہ چند پل اُسکو دیکھتی رہی اور پھر پلٹ کر اپنے آفس کی جانب بڑھ گئی۔

آفس سے ملحقہ ریسٹ روم میں آکر اُس نے ہاتھ میں تھام رکھا شاپر کو چہرہ جُھکا کر دیکھا اور آہستگی سے مُسکرا دی۔ یہ اُسکی وہ مُسکراہٹ تھی جِسے آج سے پہلے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ میزاب کی جانب آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے آئینے تک نے نہیں۔

اُس مُسکراہٹ سے باخبر وہ کپڑے بدلنے کے لیئے گئی اور ٹھیک دس منٹ بعد باہر نکل کر دیوار گیر شیشے کے سامنے آئی۔ سیاہ رنگ کا ٹخنوں سے تھوڑا سا اوپر تک آتے فراک میں اُس نے خود کو گھوم کر دیکھا اور بے ساختہ ہنس دی۔ اِس اعصاب تھکاتے وقت میں دوسری بار اُسکے چہرے پر مُسکراہٹ آئی تھی۔ یونہی مُسکراتے چہرے کے ساتھ اُس نے آفس سے باقی ضروری سامان اُٹھایا اور پھر باہر نِکل کر عباس کے آفس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دراز سے جُھک کر کچھ نکالتے عباس نے چہرہ اُٹھائے بغیر یونہی سرسری سی نگاہ اُٹھا کر اُوپر دیکھا مگر اُسکی نگاہ واپس نہیں پلٹ سکی۔ جُھکے چہرے مگر اُٹھی شہد رنگ آنکھوں ساکن ہو کر اندر آتی میزابِ رحمت کو دیکھ رہی تھیں۔

"جذاک اللہ، جان نثار! میں نے اِتنا آرام دہ لباس کبھی نہیں پہنا۔" وہ یقیناً اُسکا دِل رکھنے کو یہ بات کہہ رہی ہو گی مگر اِس بات نے اُسکے سُکڑ کر پھیلتے دِل کے شوق کو چونکا دیا۔

"آپ کی میٹنگ شروع ہونے والی ہے۔" عباس دراز سے یو-ایس-بی نکال کر کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑا ہوا جبکہ میزابِ رحمت کی آنکھوں کی جُوت بُجھی، مُسکراہٹ سمٹ گئی۔

"ہاں۔۔۔!" گھبرا کر تیزی سے پلٹ کر آفس سے باہر نِکل گئی جبکہ عباس گہرا سانس لے کر دروازہ کھول کر اُسکے پیچھے گیا جو تیز قدموں سے لفٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اُن کے اندر جاتے ہی آفس کے چھ اور افراد داخل ہوئے اور عباس کو بروقت پیچھے ہونا پڑا۔

"تم سب نے سُنا ہے مِس میزاب کے بارے میں؟" وہ لوگ یقیناً میزابِ رحمت کو عباس کے پیچھے ہونے کی وجہ سے نہیں دیکھ سکے تھے۔

"کیا؟" میزاب نے جہاں چہرہ جُھکایا وہیں عباس نے چونک کر چہرہ اُٹھایا۔

"اُنہوں نے قتل کو کور اَپ کیا ہے۔ کین یو بیلوِاٹ۔" لڑکی کی آواز میں بے یقینی کے ساتھ تاسف بھی تھا۔

"مجھے وہ اِیسی نہیں لگتی تھیں۔" دوسری لڑکی نے مایوسی سے کہا۔

"امیر لوگ اپنے خاندان کے لیئے اِیسے ہی ہوتے ہیں۔" اُس مردِ کے تبصرے پر عباس کے ماتھے کی نس اُبھرنے لگے۔

"وہ تو اِتنی مہربان اور اچھی سی بنتی تھیں۔" اگلی بات نے میزاب کا چہرہ سپید کر دیا۔ وہ لوگوں کی نظر میں کیا ایک ہی رات میں اِتنا گر گئی تھی۔

"فیس سیونگ کا نام نہیں سُنا تم نے کبھی۔" مایوس لہجے والی لڑکی بے یقینی سے نِکل چکی تھی۔

"تو کیا جو ہم سب کے ساتھ اُنکا رویہ تھا وہ۔۔۔" دوسری لڑکی کی صدمے سے آواز حلق میں ہی دَم توڑ گئی۔

"امیر لوگوں کے ڈھکوسلے۔" نخوت سے سَر جھٹک کر اُسی آدمی سے کہتے ہوئے عباس کو لَب بینچنے پر مجبور کر دیا۔ لفٹ مخصوص آواز سے کُھلی اور سب باہر نہیں نِکلے کیونکہ ظاہر ہے اُنکو بیسمنٹ فلور میں نہیں اُترنا تھا۔

"راستہ دیں!" عقب سے آتی جانی پہچانی بھاری، سنجیدہ آواز پر اُن سب کی تیزی سے چلتی زُبانیں ساکت ہوئیں، چہرے کا رنگ ماند پڑا۔ عباس نے سائیڈ پہ ہو کر میزاب کو راستہ دیا جو بغیر کسی کو دیکھے لفٹ سے نِکل گئی۔ اُن سب نے رُکتی سانس سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

اُنکے صدمے سے بے پرواہ میزاب خاموشی اور اُسی وقار سے چلتے ہوئے پارکنگ میں کھڑی گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اُسکی پہلے 'بزنجو انڈسٹریز' کے شیئر ہولڈرز سے میٹنگ تھی کیونکہ سب سے زیادہ وہی شور مچا رہے تھے۔

میزابِ رحمت جہاں جہاں سے گزرتی گئی لوگوں کی نظریں، نشتر جیسی باتیں اُسکی سماعتوں کے پار ہوتی گئیں۔ تیز قدموں سے سب کی باتیں سُن کر وہ آگے بڑھتی جا رہی تھی مگر اُس سے ایک قدم کے فاصلے پر چلتے عباس جان نِثار کے چہرے کی سنجیدگی خطرناک حد تک بڑھ چکی تھی۔ اُسکے چہرے پہ ایسے تاثرات آج سے پہلے کبھی نہیں آئے تھے۔ دونوں ہاتھوں کی مُٹھیاں سختی سے بھینچے راہداری سے گزرتے ہوئے سب الفاظ سُن رہا تھا جو چہرہ سُرخ کر دیں، طیش سے دماغ گھما دیں۔ لوگ کیسے اُس عورت پر کیچڑ اُچھال سکتے تھے جسے اِن بامشکل چار، پانچ ماہ میں عباس جان نِثار کی آنکھ نے پرکھ لیا تھا۔ اُسکے دِل میں ہوتی تکلیف چہرے سے نمایاں تھی۔ اُسے خبر تھی کہ سنجرانی خاندان میں آج جشن کا سماں ہو گا اور بزنجو خاندان میں سوگ کا عالم مگر اُسکا دِل یوں کیوں دھڑا دھڑ جل رہا تھا؟ وہ کیوں اپنوں کی خُوشی

میں اِس بار شریک نہیں ہونے پر خود کو آمادہ پا رہا تھا۔اِنہی گُھائل کرتی سوچوں کے ساتھ اُس نے آگے بڑھ کر میٹنگ روم کا اُسکے لیئے دروازہ کھولنے سے قبل ایک بےاِختیار ہوتی نگاہ اُس چہرے پر بھی ڈال دی جسے کے لیئے عباس جان نِثار بے چین تھا مگر وہاں اِتنا سکون اور ٹھہراؤ تھا کہ اُسکی رُوح جھلنی ہونے لگی۔دِل میں اُٹھتی اِتنی تکلیف کسی غیر کے مصائب کے لیئے اُسکی سمجھ سے باہر تھی۔

ہمیشہ کی طرح اُسکے احترام میں کھڑے ہونے والے بورڈ آف ڈائریکٹرز آج نہیں کھڑے ہوئے۔

"اسلام علیکم!"میزاب اُسی خوشدلی سے کہہ کر پاور چیئر تک آئی اور سلام کر کے بیٹھ گئی۔ اُسکے دائیاں جانب عباس جان نِثار کھڑا تھا۔آج میزاب نے اُسے کہیں جانے کو نہیں کہا تھا۔

"سب سے پہلے تو میں آپ سب سے معذرت چاہوں گی کہ آپ لوگوں کو میرے خاندان کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔"اُٹھی گردن مگر مدہم لہجے میں جو معذرت کی گئی اُس پر سب لوگوں نے تمسخرانہ نظروں گُھمائیں جیسے یہ معافی اُنکے لیئے کوئی معنی نہ رکھتی ہو اور میزاب جانتی تھی کہ کوئی معنی نہیں رکھتی۔لوگ یونہی لمحوں میں آپ کی محنت،خلوص اور

ریا کو بُھلا دیتے ہیں۔ عباس نے خاموش نظروں سے اُس طویل ترین ٹیبل کو دیکھا جہاں اِتنے اِنویسٹرز اور شیئر ہولڈرز بیٹھے تھے کہ حد نہیں مگر چند کرسیوں ابھی بھی خالی تھیں۔ اُن بہت سارے لوگوں میں میزابِ رحمت کے علاوہ بزنجو خاندان کا کوئی فرد موجود نہیں تھا حالانکہ اُنکو یہاں ہونا چاہیئے تھا۔ وہ بڑے شیئر ہولڈرز تھے۔

"آپ لوگوں کی مایوسی، غصّہ اور عُجلت سب کو میں سمجھ سکتی ہوں۔" سنجیدہ آواز نے یک دم وہاں ہوتی بھنبھناہٹ کو معدوم کر دیا۔ سب لوگوں نے ٹھٹھک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"آپ نے ہمارے گرتی ہوئی سٹاک کی حالت دیکھی ہے؟ آپکو لگتا ہے یہ باتوں کا وقت ہے؟" عینک میں موجود ایک شخص نے کھنکھار کر گہرا طنز کیا۔

"اپنے خاندان کو اگر آپ سنبھال نہیں سکتی تھیں تو بزنس میں نہیں آنا چاہیئے تھا۔" ایک اور آواز اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میزاب پہلے اُن سب کو کہنے کا موقع دینا چاہتی تھی۔ اُسے معلوم کرنا تھا کہ نقصان کس حد تک ہوا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"قتل کرنے کی کوشش کرے آپکا لڑکا اور کروڑوں کا نقصان ہم بھریں۔یہ نااِنصافی ہے، میڈم۔" سُرمائی بالوں والے شخص کے لہجے میں خفگی واضع تھی۔

"ابھی ہم پچھلی ایف،بی-آر کی ریڈ کے اثر سے ہی باہر نہیں نِکلے تھے کہ یہ نیا ناٹک۔"مزید کاٹ دار جملے گردش کرنے لگے۔میزاب نے ایک نظر کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔اُسکے پاس وقت کم تھا۔دونوں ہاتھ ٹیبل پر مار کر وہ کرسی چھوڑ کے ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑی ہوئی

سب نے دہل کر اُسکو دیکھا۔

"آپ سب لوگ یقیناً بُھول گئے ہیں کہ میں وہی میزابِ رحمت ہوں جِس نے اِس سے زیادہ مشکل اِور خطرناک حالات میں بزنجو ایمپائر کو سنبھالے رکھا ہے۔میں نے تب بھی اِس سب کو اُٹھایا تھا جب اسٹرائیکس کی وجہ آپ سب بھاگے بھاگے منظور کرامت کے قدموں میں جا گرے تھے۔"اُسکی سنجیدہ بات پر جہاں اُن سب کے رنگ اُڑے،عباس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی نرمی میں ڈھلی۔

"نہیں!اَب آپ میری سُنیں۔"اُنہی سُرمائی بالوں والے سینیئر ممبر نے کچھ کہنا چاہا تبھی میزاب نے بات قطع کر کے اُنکو پہلو بدلنے پر مجبور کر دیا۔

"جہاں تک بات ہے میرے خاندان کی تو اُنکے مسئلے سنبھالنا میرا فرض ہے۔ میرا اللہ شاہد ہے کہ میں نے آج تک کسی بے ایمانی، غبن اور ناجائز کام میں اپنے خاندان کا ساتھ نہیں دیا اور آگے بھی نہیں دوں گی۔ میں اقربا پروری کو ہرگز پسند نہیں کرتی اور یہ میں آپ سب کو آخری بات بتا رہی ہوں۔ اگر آپ لوگوں کو لگتا ہے اِس معاملے کی وجہ سے میں ہر شے سے دستبردار ہو کر آپ سب کو سب برباد کرنے کی کُھلی چُھٹی دے دوں گی تو مجھے بہت عزت سے کہنے دیں، جاگ جائیں۔ میں جب تک چیئر ویمن ہوں کوئی بے ایمانی اور دھوکے بازی برداشت نہیں کروں گی۔" اُسکے انداز میں کچھ اِیسا تھا کہ سب کو سانپ سُونگھ گیا۔ وہ دو سُرمئی آنکھیں جیسے اُن سب کو اندر تک سکین کر رہی تھیں تبھی سب نگاہیں بچا کر خاموشی سے دُبک گئے۔ پلٹتے ہوئے اُسکی نگاہ بے اِرادہ اپنی جانب بغیر پلک جھپکتے دیکھتے عبس جان نِثار سے ٹکرائی۔ نظریں ملنے کے باوجود عباس نے ہمشیہ کی طرح نظریں نہیں پھیریں۔ کچھ اُلجھ کے رُکتی دَھڑکن سے میزاب نگاہیں بدل کر سب کو پِھر سے یقین دِلانے لگی۔ ماحول میں پہلے والی غیر آرام دہ، سازش کی بُو کے بجائے اَب مرعوبیت پھیل گئی تھی۔ اُسکی شخصیات کے سِحر کا کہیں توڑ نہیں تھا۔ دو سُنہری آنکھیں زمانے سے بے پرواہ ہو کر ابھی تک اُسی جانفشانی سے

اُس عورت کو دیکھ رہی تھیں جو اُسکے دُشمن خاندان سے تعلق رکھتی تھی مگر کیا اَب یہ معنی رکھتا تھا؟

✓اُس آنکھ میں اِک رنگ ہے اور رنگِ ندامت

یہ ہار ہے اور ماننے والے کے لیئے ہے۔۔۔

"دا جی کے کلیجے میں ٹھنڈ پڑ گئی؟" جواد نے شجاعت کے برابر دھپ سے بیٹھتے ہوئے مُسکرا کر پوچھا جبکہ شجاعت کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

"آپ کو تو معلوم ہے دا جی کا اِتنی آسانی سے خُوش نہیں ہوتے۔" شجاعت نے مُنہ بنا کر کہتے ہوئے جواد کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

"کوئی نہیں۔اُنکے خُوش ہونے کے دِن بھی جلد آئیں گے۔" جواد نے کہہ کر اطمینان سے ٹیک لگائی۔

"عباس کب تک آتا ہے؟ کب سے کال کر رہا ہوں ریسیو ہی نہیں کر رہا۔" جواد کے اگلے سوال پر شجاعت نے حیرانگی سے اُسے دیکھا۔

"عباس بھائی آپکی کال کبھی ریسیو نہ کریں، یہ ناممکن ہے۔آپ ہمارے علاقے میں اُن کی بیگم کے نام سے مشہور ہیں۔" شجاعت کی شرارت پر جواد نے مُسکراہٹ دبائی۔ کچھ اِیسی ہی بہترین دوستی تھی اُن دونوں کے درمیان کالج کے دِنوں سے۔رات کے بارہ بَج چُکے تھے۔ پلان کے مطابق عباس کو رات دس بجے گھر آنا تھا تاکہ جیت کی خُوشی منانے کے ساتھ اگلا پلان تیار ہو سکے۔

"مصروف ہوں گے۔ کوئی کم نقصان تو ہوا نہیں ہے اُن لوگوں کا۔" شجاعت نے جواد کی فکر کو رفع کرنا چاہا۔

"اُمید ہے اِیسا ہی ہو۔" وہ کسی اور وجہ سے پریشان لگ رہا تھا مگر شجاعت پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میرا کل پیپر ہے۔میں سونے جا رہا ہوں۔" شجاعت اُسے کہہ کر اپنی جگہ سے اُٹھ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ جواد وہیں صوفے سے ٹیک لگائے عباس کا اِنتظار کرنے لگا۔ جانتا تھا کہ چاہے جتنی بھی دیر ہو جائے، وہ ضرور آئے گا اور یہی ہوا جیسے ہی گھڑی نے بارہ: تیس کا ہندسہ پار کیا، دروازہ کُھلنے کی آواز پر جواد مُسکراہٹ دبا کر سیدھا ہو کے کھڑا ہوا۔مین گیٹ کی

ایک چابی اُسکے پاس تھی تبھی لکڑی کا دروازہ کھلا اور عباس آہستہ قدموں سے اندر آیا۔ ہال کی جلتی روشنی پر چونک کر اُس سائیڈ آیا اور جواد کو دیکھ کر اُسکے چہرے پر جو سنجیدہ تاثرات چھائے، اُس پر جواد کے گرم جوشی سے اُسے گلے لگا رکھنے کو تیار بازو بے دم ہو کر پہلو میں آ گرے۔

"اِتنی دیر سے کیوں آیا ہے؟" اُسکی خاموشی کو نظر انداز کر کے جواد نے پہل کی جبکہ عباس بغیر جواب دیئے اُسکے پاس سے گزر کر اُوپن کچن کی جانب بڑھا۔ فریج کا دروازہ کھول کے اُس نے بوتل نکلی اور جواد کے دیکھتے ہی وہ ٹھنڈی بوتل اِس سردی میں غٹاغٹ پی گیا۔

"مجھے تو لگا تو خُوشی سے بھاگتا ہوا آئے گا اور میرے گلے لگ جائے گا۔" اُس کو بوتل ڈسٹ بن میں پھینکتے دیکھ کر جواد نے پھر سے کہا جبکہ عباس نے چہرہ پھیر کر اُسکو خاموش نظروں سے دیکھ کے ساکن کر دیا۔

"اُوئے! ہوا کیا ہے؟" وہ مزید ضبط نہیں کر سکا تو تیزی سے اُسکے سامنے آیا۔

"میں اِس وقت کسی کا بھی قتل کر سکتا ہوں، جواد۔ مجھے مت اُکسا۔" اُسکے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ جواد کا سارا وجود سرد ہو گیا۔ وہ حیرت سے عباس کے چہرے کے پتھر تاثرات کو دیکھنے لگا۔

"تُجھے کیا اِتنا بُرا لگا ہے، عباس جِس کے لیئے تُجھ جیسا شخص اِتنی بڑی بات کہہ گیا ہے۔" جواد اُسکے سارے مزاج کے موسموں سے واقف تھا۔ وہ اِتنی بڑی بات شدید ترین غصے میں بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔

"فلحال مجھے مت۔۔۔" اُسکی بات بیچ میں ہی رہ گئی اور جواد نے اُسکو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔

"اِدھر میری طرف دیکھ کر تڑیاں لگا۔ تُجھے مُجھ پر اِتنا غصہ آرہا ہے لیکن کس لیئے؟" جواد یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ دونوں دوست ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے تو یہ کیسے ممکن تھا بَھلا۔

"میرا دماغ پہلے ہی بہت خراب ہے، جواد۔" اُس نے آہستگی سے اُسکا ہاتھ اپنے شانہ سے ہٹا کر جواد کو ششدر کر دیا۔

"تو کس بات نے اِتنا دماغ خراب کر رکھا ہے تیرا؟" جواد کے کھوجتے لہجے پر اُسکا سارا طیش جھاگ کی طرح بیٹھنے لگا۔ سُکڑ کر پھیلتے دِل سے اُس نے جِس طرح جواد سے نظریں پھیریں، جواد کے کانوں میں خطرے کا الارم بَج اُٹھا۔

"بتا تو سہی؟" جواد کی پِھر سے اُسی رَٹ پر عباس کا دماغ اُلٹ گیا۔

"تُجھے میں نے بکواس کی تھی نہ کہ اُس عورت کو کسی معاملے میں مت گھسیٹنا مگر تُجھے میری بات سمجھ نہیں آئی۔" اُس کے سخت لہجے پر جواد اُسکو اُنہی کھوجتی نظروں سے دیکھتا رہا۔

"میں نے کیا کر دیا ہے؟" جواد کو واقعی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"تُو نے اُس ویڈیو میں۔۔۔کیوں آنے دیا۔ صرف اُس خبیث کی کرنی تھی۔" کہتے کہتے اُس نے جِس طرح لَب بھینچ کر کہا جوار کا ماتھا ٹھنکا۔

"تُو اِس وجہ سے اِتنا ہتھے سے اُکھڑ رہا ہے، عباس؟ وہ لوگ تیرے اور تیرے خاندان کے دُشمن ہیں۔" جواد کی بات نے اُسکا چہرہ سُرخ کر دیا۔

"وہ پورا خاندان میرا دُشمن ہے۔اُن میں سے کسی ایک کو نہیں چھوڑوں گا مگر اُس عورت کو اگر اِس سب میں کسی نے گھسیٹا، جواد۔ میرے رب کی قسم! میں کسی کو نہیں بخشوں گا۔" وہ بولا نہیں، جواد پر غُرایا تھا۔ جواد ہک دَق اُسکے مرنے مارنے والے انداز دیکھے گیا۔

"کس عورت کی بات کر رہا ہے تُو؟" جواد کا سوال خدشات سے پُر تھا۔ وہ جانتا تھا مگر جاننا چاہتا تھا۔

"میری وجہ سے آج وہ ہر جگہ ذلیل ہو رہی ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے اُسکے آگے ہر وقت سَر جُھکائے رکھنے والے لوگ تک اُس پر گھٹیا باتیں اُچھالتے رہے ہیں۔" اُسکا لہجہ اِتنا اُونچا تھا کہ اندر کمرے سے شجاعت گھبرا کر باہر نِکل کر اُن دونوں کو حیرانگی اور نا سمجھی سے دیکھنے لگا تھا۔

"عباس بھائی۔۔۔ کیا ہوا؟" شجاعت کے بوکھلائے ہوئے سوال کو اُس نے جیسے سُنا تک نہیں۔

"شریف کو کہو شرافت سے پوری ویڈیو، آڈیو کے ساتھ آگے کرے نہیں تو اُسکی چمڑی اُدھیڑ دوں گا میں۔" اُسکی سماعتوں سے ابھی تک وہ گھٹیا جملوں کی بازگشت جانے کا نام نہیں لے

رہی تھی جنہیں میزابِ رحمت نے خندہ پیشانی سے سُنا تھا۔وہ کیسے کسی کو بھی پلٹ کر جواب دیئے بغیر ایک وقار سے اپنے گھر واپس گئی تھی اور وہاں سب کتنے سکون اور عزت سے تھے۔وہ لوگ اُن ساری رذیل اور گھٹیا باتوں سے بے خبر صرف ذکی کی گرفتاری پر بدحواس تھے۔وہاں کسی کو میزابِ رحمت نظر نہیں آرہی تھی۔عباس ایک جھٹکے سے پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ جواد نے بامشکل اپنے ششدر اعصاب سنبھال کے بوکھلائے ہوئے شجاعت کی جانب آیا۔

"تم جا کر سو جاؤ۔تمہارے بھائی کا دماغ خراب ہو چُکا ہے۔"شجاعت کا کندھا تھپک کر وہ تیز قدموں سے عباس کے کمرے کی جانب بڑھا۔اندر آتے جواد نے اُس کو اپنا سیاہ کوٹ اُٹھا کر پوری قوت سے بیڈ پر مارتے دیکھا۔

"تُجھے نہیں بُھولنا چاہیئے کہ میزابِ رحمت بھی اُس خاندان کا حصّہ ہے۔"جواد کی آواز پر اُس نے چونک کر پلٹ کے دیکھا اور اُسکے چہرے کا رنگ جِس طرح بدلا،جواد گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

Clubb of Quality Content

"میرے لیئے وہ اُس خاندان کا حصّہ نہیں ہے۔ وہ اُن سب لوگوں جیسی نہیں ہے۔ میں۔۔۔ میں اُسکا دُشمن نہیں ہوں۔" اُسے نہ جانے کیوں میزابِ رحمت سے دُشمنی کا حوالہ تازیانے کی طرح لگنے لگا تھا۔

"یہ تم خود کو کس مصیبت میں گرفتار کر رہے ہو، عباس؟" ساری خفگی اور حیرانگی بُھلا کر جواد نے تفکر سے آگے بڑھ کر کہا۔ اُسکے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ عباس نے نگاہیں پھیر لیں۔

"تم شریف کو کہو کچھ کرے، جواد ورنہ اگر کل بھی کچھ اِیسا ہی ہوا تو میں اپنا ضبط کھو دوں گا۔" خود پر دھیان ہٹانے کو بھی بات وہیں لے کر گیا جہاں سے نگاہیں چُرا رہا تھا۔ جواد چند پل خاموشی سے اُسکو ضبط سے سُرخ پڑتے چہرے کو دیکھتا رہا۔

"عباس! تمہارے خاندان کو معلوم ہوا نہ تو تم نہیں بچو گے۔" جواد کی آواز میں فکر کے ساتھ سرزنش بول رہی تھی۔ عباس نے بامشکل چہرہ بے تاثر رکھا اور اُسکی جانب پلٹا۔

"میری کوئی غلط نیت نہیں ہے جواد۔ میں اپنا بدلہ لے کر رہوں گا مگر اُس عورت کا اِس دُشمنی اور اِنتقام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُسکی بے خبری اور بے ریائی نے مُجھ سے وہ جُرات چھین لی ہے جِس سے میں اُسکو بھی اِس سب میں گھسیٹنے کا سوچوں۔" اُس کے انداز مدلل تھا۔

"تم اُس عورت کو خسارے سے نہیں بچا سکتے، عباس۔ اُسکا گھر جلے گا تو آگ کے شعلے کی لپیٹیں اُس تک بھی آئیں گی۔" جواد نے اُسکو سمجھانا چاہا مگر کیا اَب عباس جان نِثار کو سمجھایا جا سکتا تھا؟

"میں اِنتقام کی آگ اُس تک نہیں پہنچنے دوں گا۔" اُس نے ٹھہر ٹھہر کر کہتے ہوئے جواد کو حیران کر دیا۔ اُن شہد رنگ آنکھوں کی مُصمم سنجیدگی اَٹل تھی۔

"میرا کام تھا تمہیں خبر دار کرنا۔" سَر جھٹک کر جواد نے اُسکا شانہ تھپکا اور پِھر جانے کے لیئے اُسکے کمرے سے باہر نِکل گیا پیچھے عباس جان نِثار اپنی مُضمحل کرتی سوچوں کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ وہ اپنا مقصد نہیں بُھولا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اُس نے اِنتقام فرض سمجھ کر پورا کرنا تھا مگر۔۔۔ بات اِسی مگر پر آکر تھم رہی تھی۔ اُسکا دِل بدل گیا تھا۔ وہ نہ پہلے اپنے اِنتقام کے چکر میں کسی عورت کو شامل کرنے کا خواہاں تھا نہ اَب لیکن کیا اِنتقام کی آگ میزابِ رحمت کے دامن تک نہیں پُہنچے گی؟ آج بھی تو اِیسا ہی ہوا تھا۔ عباس جان نِثار، میزاب کو اُس ذلت سے نہیں بچا سکا تھا جو اُسکا مقدر نہیں تھی کیونکہ وہ بزنجو خاندان کا خاص اور اہم حصّہ تھی۔ اُسکے ہر بدلے کے عمل کی سب سے گہری چوٹ میزابِ رحمت کو ہی پُہنچنی تھی کیونکہ قصرِ بزنجو

کا ستون جِس نے اُس عمارت کو ڈھانے سے بچانے کے لیئے اپنے کندھوں پر سارا بوجھ اُٹھا رکھا، وہ میزابِ رحمت ہی تھی۔ اُسکا دِل کہیں اور مائل بہ کرم ہو چُکا تھا مگر اُسکی سماعتوں میں اپنے خاندان کی آہ وبُکا کی چیخ وپُکار ابھی تک تازہ تھی۔ اپنے ماں، باپ کی خُون سے لت پت لاشیں اُسکی آنکھوں کے سامنے سے ایک لمحے کو نہیں گئی تھیں تو پِھر کہاں بُھول چُوک ہوئی تھی؟ کس سمت سے راستہ خالی پا کر وہ ہر بندش، رکاوٹ، باڑ اور کانٹوں کو پار کر کے اُسکے اندر براجمان ہو بیٹھی تھی؟ کیسے اور کیوں؟ کیا اِتنا جلدی کوئی کسی کے اعصاب پر مُسلط ہو سکتا ہے؟ اِتنی ہی جلدی ہوتا ہے؟؟؟

✓ ہچکیوں نے کسی دیوار میں دَر رکھا تھا

میرے آباء نے جب اِس خاک پہ سَر رکھا تھا

گھر سے نِکلے تھے تو اِک دشتِ فنا کی صورت

راہ میں صرف سَفر، صرف سَفر رکھا تھا

دِل تھا مترِوک مکانات کی صُورت خالی

اور اَسباب میں بِچھڑا ہوا گھر رکھا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جسم اَجداد کی قبروں سے نکلتے ہی نہ تھے

نَسل دَر نَسل اِسی خاک میں زَرر کھا تھا

رُوح پر نقش تھے وہ نَقش ابھی تک جِن میں

رَنگ بچپن کی کسی یاد نے بھَر رکھا تھا

دِل میں سَر سَبز تھے اُس پیڑ کے پتّے جس پر

دستِ قدرت نے ابھی پہلا ثمر رکھا تھا

کٹتے دیکھے تھے وہ بَرگد بھی جنھوں نے خود کو

مُدتوں دُھوپ کی بَستی میں شَجر رکھا تھا

جَلتے دیکھے تھے وہ خود سوز مُحلّے جِن میں

جانے کب سے کوئی خوابیدہ شَرر رکھا تھا

چوڑیاں ٹوٹ کے بکھری تھیں ہر اِک آنگن میں

اِک کنواں تھا کہ تمنّاؤں سے بھَر رکھا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

راہ تھی سُرخ گلابوں کے لہو سے روشن

پاؤں رکھا نہیں جاتا تھا مگر رکھا تھا

قافلے ایک ہی سَرحد کی طرف جاتے تھے

خواب کے پار کوئی خوابِ دگر رکھا تھا

تیرگی چیر کے آتے ہوئے رَستوں کے لیئے

ایک مہتاب سرِراہ گزر رکھا تھا

اِک حسیں چاند تھا، اِک سَبز زمیں پر روشن

اِک ستارے کو بھی آغوش میں بھر رکھا تھا

یوں تو اِظہار میں حائل تھیں فصیلیں لیکن

رکھنے والے نے خموشی میں اثر رکھا تھا۔۔۔

(سعود عثمانی)

رات کی اعصابی جنگ نے اُسکو اندر باہر سے تھکا کر رکھ دیا تھا۔ سَر میں درد اور تھکاوٹ کے باوجود اُسے بستر چھوڑنا ہی تھا۔ نہا کر سفید شرٹ پر سیاہ کوٹ پہنتے ہوئے، جس وقت وہ کلائی پر گھڑی باندھ رہا تھا، دروازہ کھٹکھٹا کر شجاعت اندر آیا۔

"عباس بھائی! آپ ٹھیک ہیں؟" اُسکے سوال پر گھڑی باندھ چکے عباس نے چہرہ پھیر کر شجاعت کو دیکھا۔

"تم نے جامعہ نہیں جانا؟" اُسکو گھر کے حُلیے میں ابھی تک دیکھتے ہوئے اُسکا سوال نظر انداز کر کے پوچھا۔

"میرا پیپر ہے آج ایک بجے۔" شجاع نے مُنہ بنایا۔ جانتا جو تھا وہ سیدھی بات نہیں بتائے گا۔

"سارا دھیان اپنی پڑھائی پر رکھو۔ اِسی لیئے تمہیں دا جی نے یہاں بھیجا ہے۔" اُسکی ہدایت پر شجاعت نے بغور اُسکو دیکھا جو پستول میں گولیاں چیک کر کے پینٹ کے ہُک میں ڈال رہا تھا۔

"ایک مشورہ دوں آپ کو؟" اُسکے سنجیدہ سوال پر عباس نے چہرہ پھیرا۔ وہ کم ہی سنجیدہ ہوتا تھا۔

"ہاں!" اُسکے مُختصر کہے جانے پر شجاعت آگے بڑھا۔

"آپ یہ باڈی گارڈ ہونا چھوڑ دیں اور کسی اور طرح اُن سے بدلہ لینے کا سوچیں۔" اُسکے مشورے پر عباس جان نِثار کا دِل صرف لمحے بھر کو سُکڑ کر پھیلا۔

"اِس سے کیا ہو گا؟" بہت توجہ سے گھنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سرسری سا پوچھا۔

"اِیسے آپکی مشکل ختم ہو جائے گی۔" شجاعت اِتنا بھی غافل اور بے پرواہ نہیں تھا۔ سیل فون اور بائیک کی چابی اُٹھا کر عباس اُسکی جانب پلٹا۔

"میری فکر نہ کرو۔ وہ خاندان میرے ہاتھوں سے نہیں بچنے والا۔ تم بس اپنی پڑھائی پر دھیان دو۔" نرمی سے اُسکا گال تھپک کر کہتے ہوئے وہ تیزی سے اُسکے برابر سے ہو کر نِکل گیا۔

پورچ میں آ کے ہیلمٹ پہننے سے قبل اُس نے ٹرانسپیرنٹ آلے کو کان میں لگا کر سیاہ ہیلمٹ پہنتے ہوئے ہیوی بائیک پر بیٹھ کر سٹارٹ کیا۔ کُھلے دروازے سے اُسکا بائیک گولی کی رفتار سے باہر نِکل گیا۔ پیچھے موجود صُبح کی ڈیوٹی والے گارڈ نے گھر کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

"شریف! مجھے آج ہر حال میں وہی ویڈیو مکمل آڈیو کے ساتھ کل کی طرح وائرل چاہیئے۔" اُسکی سنجیدہ آواز پر دوسری جانب شریف نے اثبات میں سَر ہلایا۔ اُسے جواد کی جانب سے

پیغام مل چُکا تھا اور وہ اِسی پر کام کر رہا تھا۔ آڈیو کے ریلیز ہونے سے اُس خاندان کی زیادہ سُبکی ہونی تھی مگر خیر اُسکا کیا۔ اُسے تو پیسے مل رہے تھے۔ عباس جانتا تھا آج اُسے پہلی بار دیر ہوئی ہے اور میزابِ رحمت آفس جاچکی ہوگی اِس لیئے اُس عقوبت خانے میں جانے کے بجائے عباس جان نِثار کے بائیک نے 'الرحمت' کی اُسی پچھلی، سُنسان پارکنگ لاٹ میں تھم کر دَم لیا۔ اُتر کے ہیلمٹ رکھتے ہوئے اُس نے بالوں میں بے پرواہی سے ہاتھ پھیرا اور تیز قدموں سے پلٹ کر سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ اُسے فارمل کوٹ کے بٹن بند نہ کرنے کی عادت تھی تبھی اُسکے آگے بڑھنے کی وجہ سے کوٹ ہوا کی مدد سے پیچھے کو اُڑ رہا تھا۔

جِس وقت اُس نے آفس آئیریا کی راہداری میں قدم رکھا لوگوں کی تیز باتوں کی آوازوں کو نظر انداز کر کے سیدھا آفس آیا۔ ایک بے ساختہ نظر میزاب کے آفس تک گئی۔ وہ اِرد گرد سے غافل پوری طرح فائلز میں مُنہمک تھی۔ عباس چند پَل وہیں کھڑا رہا۔ دِل کے کسی کونے کو تقویت مل رہی تھی۔ اچھا خاصا فاصلہ ہونے کے باوجود اُسکی آنکھوں میں میزابِ رحمت کی ایک ایک جُنبش بہت واضح تھی۔ سیاہ رنگ کے حجاب میں سارے جہاں کی معصومیت اور بے خبری لیئے اُسکے دِل کے تار چھیڑ رہی تھی اور بے خبر تھی۔ نظروں کی تپش تھی یا کچھ اور میزابِ رحمت نے یونہی چہرہ اُٹھایا اور عباس جان نِثار کا دِل ٹھہر گیا۔ وہ

رُکتی دھڑکن سے میزابِ رحمت کو کرسی سے اُٹھ کر آفس سے نکالتے ہوئے اپنی جانب بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ کیا اُسکا یوں ساکن ہو جانا سہی تھا؟ کیا وہ اِس عورت کو دھوکا نہیں دے رہا تھا جو بے ریائی اور خلوص سے اُسکی جانب دیکھتے ہوئے بڑھتی تھی؟؟

"اسلام علیکم! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے، جان نثار؟" اُسکے چہرے کو دیکھ کر وہ متفکر نظر آ رہی تھی۔ عباس نے نظریں اُس چہرے سے پھیر لیں جو اِرادے متزلزل کر کے رکھ دیتا تھا۔

"وعلیکم اسلام! مِس کائنات بتا رہی تھیں کہ آپکی کہیں اور میٹنگ ہے۔" طبیعت کا سوال پھِر سے نظرانداز کر دیا گیا۔ میزاب خفت سے پیچھے ہوئی۔ عباس کو شاید اُسکا طبیعت کے بارے میں پوچھنا اچھا نہیں لگا تھا۔

"میٹنگ نہیں ہے۔ فارمل لنچ ہے۔ ڈاکٹر رضا کے ساتھ۔" اُسکی اگلی بات پر عباس کی بھنویں سُکڑیں۔ آنکھوں کے سامنے وہ شوخا ہوتا ڈاکٹر لہرایا۔

"یعنی آپ خود جائیں گی؟" اگلے سوال پر میزاب نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا۔

"نہیں! تمہارے ساتھ۔" اُسکے برجستہ کہے جانے پر عباس جان نِثار کے ماتھے کی شِکنیں معدوم ہوئیں۔

"میرا بس تھوڑا سا کام رہ گیا ہے پھر ہسپتال جانا ہے۔" اُسکی اگلی بات پر عباس نے اثبات میں سَر ہلایا جبکہ میزاب پلٹ کر واپس آفس میں چلی گئی۔ اُس نے آج بھی وہی لباس پہن رکھا تھا جو کل اُسے عباس نے لا کر دیا تھا۔ عباس جانتا تھا کہ جب تک وہ لڑکی سہی سلامت اپنے گھر نہیں چلی جائے گئی، میزابِ رحمت اُسکی بہن کی ساری، تلخیوں اور نفرت انگیز باتوں کے باوجود وہاں جاتی رہے گی جیسے کل رات گئی تھی اور بدلے میں اُس ویڈیو کے منظر پر آنے کے بعد اُسے سخت نشتر سُننے کو ملے تھے۔

اگلے آدھے گھنٹے میں اپنا سارا کام عُجلت میں نمپٹا کر عباس کے ہمقدم ایک بار پھر ہسپتال میں تھی۔ جانتی تھی کل کا قصہ اِتنا پُرانا نہیں ہوا کہ لوگ اُسکو دیکھ کر باتیں کرنا چھوڑ دیں گے۔ ذکی پولیس کسٹڈی میں تھا۔ ڈاکٹرز کے مطابق ثمرہ کو مکمل صحت یاب ہونے کے لیئے آٹھ ہفتے لگنے تھے۔

"اسلام علیکم!" کمرے سے باہر نکلتے ہی ثمرہ کی بہن سامنے سے آتی میزاب کو دیکھ کر ٹھٹکی اور کل کی نسبت اُسکے چہرے پر جو شرمندگی چھائی اُس نے میزاب کو چونکا دیا۔

"وعلیکم اسلام!" میزاب جو کہنے والی تھی اُسکے لیئے اُس سے نظر نہیں اُٹھائی گئی۔

"کیسی طبیعت ہے اَب ثمرہ کی؟ اگر۔۔۔۔ آپ اِجازت دیں تو میں اُس سے ملنا چاہتی ہوں۔" میزاب ہی جانتی تھی کہ یہ اُس نے کس دِقت سے کہا ہے۔ عباس نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو سَر جُھکائے مزید سخت سُننے کے لیئے تیار تھی۔

"آپ۔۔۔ مِل سکتی ہیں۔" ثمرہ کی بہن اشمارہ نے آہستگی سے کہتے ہوئے میزاب کو ششدر کر دیا۔ تیزی سے چہرہ اُٹھا کے پھیلتی آنکھوں سے اُسکو دیکھا جو میزاب کی حیرت پر مزید شرمندہ ہونے لگی۔

"جذاک اللہ! میں صرف بس ایک نظر۔۔۔" نرمی سے کہہ کر وہ تیزی سے دروازہ کھول کے اندر گئی جہاں پٹیوں میں جھکڑی ثمرہ بستر پر لیٹی تھی۔ ہاتھوں میں نہ جانے کون کونسی سوئیاں لگی تھیں۔ آہستگی سے میزاب اُس تک آئی اور اُسکا قدرے کم، زخمی اور نیلا ہاتھ دیکھ کر اپنا ہاتھ بڑھا کے اُسکو تھامنا چاہا مگر رُک گئی۔ دروازہ بند کر کے اندر آتے عباس نے اُسکو

دیکھا جو خاموشی سے چہرہ جُھکائے اُس ہاتھ کو دیکھ رہی تھی جو اپنے دفاع میں زخمی ہوا تھا۔

کسی کی موجودگی کا اِحساس کر کے نیم غنودگی میں موجود ثمرہ نے چہرہ پھیرا۔اُس عورت کو دیکھتے ہی آنکھوں سے دُھند چھٹنے لگی۔یہ عورت تھی جِس نے اُسے بے موت مرنے سے بچایا تھا۔یہی تھی جِس نے آگے بڑھ کر اُس کے زخمی وجود پر اپنا کوٹ ڈالتے ہوئے ایمبولینس کو کال کرنے کا کہنے کے بعد ذکی کا چہرہ تھپڑ سے سُرخ کیا تھا۔

"آ۔۔۔آپ۔۔۔!"اُس لڑکھڑاتی آواز پر میزاب نے چونک کر چہرہ اُٹھایا اور اُسے بولنے کی کوشش کرتے دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اُسکے پاس جُھکی۔

"مُج۔۔۔مجھے بچ۔۔۔بچانے کے۔۔۔لیئے۔۔۔ش۔۔۔شکریہ۔۔۔م۔۔۔میری ب۔۔۔بہن کو لانے ک۔۔۔"اُس نے مزید کچھ اور بھی کہنا چاہا مگر میزاب نے اُسکا شانہ نرمی سے تھپتھپا کر اُسے بولنے کی تکلیف سے بچا لیا۔

"جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، اثمارہ۔مجھے تم سے معافی بھی مانگنی ہے۔"میزاب کے نرم لہجے پر اثمارہ کی آنکھ کے کنارے سے آنسو پھسلا اور قبل اِسکے کنپٹی میں جذب ہوتا، میزاب نے شہادت کی اُنگلی سے سمیٹ لیا۔

"اللہ پاک تمہیں صحت یاب کرے تاکہ تم ظالم کا ہاتھ توڑ سکو۔" اُسکا بازو تھپک کر کہتے ہوئے اُس نے اثمارہ کی آنکھوں کو چمکدار کر دیا۔ میزاب نے اثبات میں سَر ہلا کے اُسے خاموش تسلی دی جو عباس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکی۔ وہ اُس سے ظالم کو سزا دِلانے کا وعدہ کر رہی تھی۔ عباس نے بغور اُسکو دیکھا جو اُسے ہر بار، نئے سرِے سے حیران کر دیتی تھی۔ پلٹ کے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد قبل اِسکے وہاں سے جاتی، ثمرہ کی بہن نے اُسے پُکارتے ہوئے ساکن کر دیا۔ پھیکے پڑتے چہرے سے میزاب آہستگی سے پلٹی۔

"میں۔۔۔ آپ سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔" اُسکی ندامت میں ڈوبی آواز پر میزاب کا دِل دَھک سے رہ گیا۔

"کیسی بات کر رہی ہیں آپ؟ کیسی معافی؟" اُسے واقعی سمجھ نہیں آئی۔

"میں نے آپکو غلط سمجھا۔۔۔ آپ پر ہاتھ۔۔۔" مارے خفت سے بات بھی مکمل نہیں ہوئی۔ میزاب تیزی سے اُسکے قریب آئی اور اُسکے لرزتے دونوں ہاتھ تھام لیئے۔

"آپ۔۔۔کیوں مُجھ سے معافی مانگیں گی۔آپ کو ہاتھ اُٹھانے کا حق تھا۔آپ کی بہن تکلیف میں ہے۔میں پہلے ہی آپکے سامنے نظر نہیں اُٹھا سکتی، مجھے شرمندہ نہ کریں۔" میزاب کے لرزتے لہجے پر اثمارہ نے بے طرح چونک کے اُس عورت کو دیکھا۔

"میں۔۔۔نے آج۔۔۔آج والی ویڈیو پوری سُنی اور دیکھی ہے۔آپ نے ہمارے لیئے اِتنا کچھ کیا اور میں نے۔۔۔آپ سارا خرچہ اُٹھا۔۔۔"میزاب کو اُسکی پہلی بات سمجھ نہیں آئی مگر اُسے یہی لگا کہ وہ اپنی نرم دلی کے ہاتھوں مجبور ہو گئی ہے تبھی اُسکے باقی الفاظ روک دیئے۔

"آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔یہ سب آپ کا حق اور میرا فرض ہے۔اِیسا نہیں ہے کہ میں اپنے خاندان کو بچانے کے لیئے آپ کے لیئے کچھ بھی کر رہی ہوں۔میں ذکی کو سزا دِلوانے میں آپ کی پوری مدد کروں گی۔"اُسکی یقین دہانی میں کہیں کوئی جُھوٹ اور فریب نہیں تھا۔وہ آئینے کی طرح صاف تھی۔عباس نے اُسے دیکھ کر نگاہ جُھکا لی کیونکہ نگاہ واپس کا راستہ بُھولنے لگی تھی۔

"یہ آپ۔۔۔کا بڑا پن ہو گا۔"اثمارہ نے ہچکچا کر کہا۔

"کیسی باتیں کررہی ہیں آپ؟ یہ آپ کا ظرف ہے جو مجھے دھکے دے کر نکالنے کے بجائے آپ نے ثمرہ سے مِلنے دیا۔"میزاب کا لہجہ حلاوت سے پُر تھا۔کچھ دیر مزید باتیں کرنے کے بعد وہ اِجازت لے کر واپس جارہی تھی۔اُسکو کسی گہری سوچ میں غرق دیکھ کر عباس اُسکے برابر آیا۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ؟"اُسکے سوال نے میزاب کو چونکادیا۔

"بس اِیسے ہی۔"وہ اپنی حیرت کو زُبان نہیں دے سکی۔عباس نے مزید کچھ پوچھے بغیر سیل فون جیب سے نِکال کے کچھ لگاتے ہوئے اُسکی جانب بڑھایا۔میزاب نے چونک کر سیل فون کو دیکھا اور پِھر ٹھہرتے ہوئے عباس کے ہاتھ سے لیا۔کل کے دِن ہر سُو پھیلنے والی،اُسکو ہر جگہ ذلیل و خوار کروانے والی ویڈیو پِھر سے سامنے تھی مگر اِس بار مکمل اور آواز کے ساتھ۔وہ مُدثر پر برس کر ذکی کو تھپڑ مار رہی تھی۔تبصروں میں لوگ اُسکی مدح سرائی کررہے تھے۔یہ وہی لوگ تھے جو کل اُس پر کیچڑ اُچھال رہے تھے۔میزاب نے ویڈیو مکمل ہونے سے پہلے بند کر کے فون عباس کو واپس کیا۔

"آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟" اُسکا بے تاثر چہرہ دیکھ کے وہ خود کو پوچھنے سے روک نہیں سکا۔

میزاب پِھر سے چلنے لگی تھی اور وہ اُسکے ہمقدم تھا۔

"میں پہلے کون سا دُکھی تھی، جان نِثار جو اَب خُوش ہو جاؤں گی۔ لوگوں کی رائے یونہی بدلتی رہتی ہے۔ اِس پر کیسا غم اور افسوس۔" اُسکی بات میں بہت سکنیت تھی۔

"میرے لیئے کبھی لوگوں کی باتیں اہم نہیں رہیں۔ جو ہمیں جانتے ہیں وہ ہمیں ہر حال میں مانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ کسی صورت نہیں مانتے۔" پارکنگ لاٹ میں آکر رُکتے ہوئے اُسکی جانب پلٹ کر بڑی متانت سے کہا گیا۔ عباس نے چہرہ جُھکا کر اثبات میں سَر ہلایا۔ اُسکی بات جُھٹلانا آسان تھا، نہ ہی جُھٹلائی جا سکتی تھی۔

"البتہ میں تم سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔" ٹھہر کر جو پِھر کہا گیا اُس پر دروازہ کھولتا ہاتھ ساکن ہوا۔ چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا جو نرمی سے عباس کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"تم نے کبھی اِیسی باتیں نہیں سُنی ہوں گی۔ جب سے آئے ہو نہ جانے کیا کچھ دیکھ، سُن اور برداشت کر رہے ہو۔ کیا کچھ نہیں کرنا پڑ رہا تمہیں۔" اگلی مَلال میں ڈوبی بات اِیسی تھی کہ عباس جان نِثار کے چہرے کا رنگ واضح ماند پڑا۔

"تم۔۔۔ خرچ ہو رہے ہو میرے ساتھ، ہے نہ؟" اُن شہد رنگ مُضمحل آنکھوں میں دیکھ کر بہت یقین سے سوال پوچھا گیا اور عباس جان نِثار کا دِل دَھک سے رہ گیا۔ سُرمائی آنکھیں اپنائیت سے اُسکے تھکان میں مبتلا ہونے کو سمجھ رہی تھیں۔

"اِیسا نہیں ہے۔" اُس کو نگاہ پھیر لینی پڑی۔ آنکھیں راز عیاں کر سکتی تھیں۔

"اِیسا ہی ہے۔" میزاب کے اِصرار پر عباس نے چونک کر اُن سرمائی، متوجہ آنکھوں میں جھانکا۔

"اگر اِیسا ہے بھی تو میں اپنی رضا سے خرچ ہو رہا ہوں۔" بہت مدہم لہجے میں جو کہا گیا اُس پر سُرمائی آنکھیں چونک کر لرزنے لگیں۔ اُس شخص کی سُنہری آنکھیں جو ہر بار پلٹ جاتی تھیں اِس بار جُھک کر راہِ فرار نہیں اِختیار کر سکیں اور میزابِ رحمت کا دِل سُکڑ کر پوری قوت سے پھیلا۔ وہ دونوں اِرد گرد کا اِدراک کیئے بغیر ایک دوسرے کی اِسرار میں لپٹی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ میزاب کے کلچ میں موجود سیل فون بجا اور اُن دو سے چار ہوتی آنکھوں کے فُسوں نے اپنے پَر سمیٹ لیئے۔ عباس نے جُھک کر دروازہ کھولا جبکہ میزاب کانوں میں سُنائی

دیتی دھڑکنوں کے ساتھ تیزی سے اندر بیٹھ گئی۔ دروازہ بند ہونے پر اُس نے سیل فون نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا جہاں وکیل کی کال آرہی تھی۔

"اسلام علیکم، شوکت انکل! میں الحمدللہ، آپ بتائیں۔" اندر بیٹھتے عباس نے اُس ہشاش بشاش آواز پر سر جھٹکتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔

"انکل! میں اِس معاملے میں بالکل غیر جانبدار نہیں رہ سکتی۔ یہ اِنسانی جان کا معاملہ ہے تو اگر ثمرہ کی فیملی نے ذکی کے خلاف کیس فائل کیا تو سب سے پہلی عینی شاہد اُنکی طرف سے میں ہوں گی۔ میں اِس ظُلم کو جانے نہیں دے سکتی۔" اُسکا لہجہ یک دم سنجیدہ ہوا۔ شاید دوسری طرف سے اُسکو سمجھایا جا رہا تھا۔

"میں دادا جان کو سنبھال لوں گی۔ اُنکو معلوم ہے کہ میں ظُلم پر آنکھ نہیں بند کر سکتی۔" اُسکی سختی پر دوسری جانب اُنکے خاندانی ایڈوکیٹ شوکت نے گہرا سانس لے کر شکست تسلیم کر لی۔ میزابِ رحمت سے وہ نہیں جیت سکتے تھے۔

"اچھا! تم جیت گئی۔ میں ہاشم صاحب سے بات کرتا ہوں۔" اُنکی اگلی بات پر میزاب سوگواری سے مُسکرائی۔

"بات جیت اور شکست کی ہے ہی نہیں، انکل۔ میں اپنے اللہ کے ساتھ بے ایمانی نہیں کر سکتی۔ مجھے میرے نبی (ص) اور اِمام (ع) نے یہ نہیں سکھایا۔" اُسکا موقف واضح تھا۔ اُسکا اٹل لہجہ ایڈوکیٹ شوکت کے ساتھ عباس جان نِثار سنجرانی کی سماعتوں کو بھی مُستفید کر رہے تھے۔

"جذاک اللہ! پھِر گھر پر مُلاقات ہوتی ہے آپ سے۔" الوداعی کلمات کہہ کر اُس نے کال مُنقطع کر دی۔ گاڑی میں ایک بار پھِر خاموشی طاری ہو گئی۔

"آپ واقعی ذکی کو جیل کروائیں گی؟" اُس خاموشی کو عباس کے سوال نے توڑا۔ کافی عرصے سے خاموشی کو توڑنے کی پہل اُسکی جانب سے ہی کی جا رہی تھی۔

"اگر میں اُسے اپنا اصل بھائی اور خاندان سمجھتی ہوں تو مجھے ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ غلطیوں کی پردہ پوشی ہے جان نِثار، ظُلم کی نہیں۔ میں ہر صورت یہی کروں گی کیونکہ اِمام علی (ع) نے فرمایا ہے سچ کہو چاہے وہ سچ تمہاری اپنی ذات کے لیئے کیوں نہ نقصان دہ ہو۔" وہ اُسے لاجواب کر دیتی تھی۔ اُس نے ایک بار پھِر عباس کو لاجواب کر دیا۔

"آپ اِسی زمانے کی ہیں نہ؟" گاڑی ہوٹل کی پارکنگ میں روکنے سے قبل اُس نے جِس طرح تصدیق چاہی، بیگ سے فون نکالتی میزاب نے ٹھٹک کر چہرہ اُٹھایا۔

"ہاں، کیوں؟ نہیں لگتی؟" اُس نے مُسکرا کر جاننا چاہا مگر فلحال عباس اُسے یہ جواب دے نہیں سکتا تھا تبھی گاڑی سے باہر نِکل کر اُسکے لیئے دروازہ کھولا۔ میزاب نے باہر نِکل کر سیل فون کی سکرین کو دیکھا۔ جانتی تھی کہ جتنا مشکل وقت چل رہا تھا اُس میں اچھی جگہ لنچ کرنے کا وقت نہیں تھا مگر رضا کا اُس پر احسان تھا تبھی صُبح اُسکو اِنکار نہیں کر سکی۔ اندر آتے ہوئے اُس نے اطراف کا جائزہ لیا۔

"میزاب! سائیڈ سے آتی پُرجوش سی آواز پر عباس اور میزاب نے بے ساختہ پلٹ کر دیکھا۔ چند قدم دُور ہی رضا بیٹھا تھا۔ اُس شخص کی تیاری اور مُسکراہٹ دیکھ کر عباس کی آنکھوں میں ناگواری چھانے لگی۔

"آپ جب فارغ ہوں تو مجھے کال کر دیجیئے گا۔" پلٹ کے اُس نے آہستگی سے کہا اور میزاب کو مزید کچھ کہنے کا موقعہ دیئے بغیر تیز قدموں سے دیوار گیر شیشے کی سائیڈ والی ٹیبل کی جانب

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بڑھ گیا۔ میزاب کا اُٹھا ہاتھ، پہلو میں گر گیا۔ آہستہ قدموں سے پلٹ کر وہ رضا کی ٹیبل تک آئی اور سلام کرتے ہوئے کرسی گھسیٹ کر بیٹھی۔

"وعلیکم اسلام، کیسی ہو تم؟" رضا نے واپس کرسی سنبھال کر بشاشت سے پوچھا مگر اُسکے چہرے کو دیکھ کر چونک گیا۔

"تم کچھ دیر پہلے تک تو کھل رہی تھی۔ ایک دم کیوں بُجھ گئی؟" رضا سے اُسکے خاندان کے پُرانے مراسم تھے تبھی اُس سے بے تکلف تھا مگر میزاب پھر بھی ہم عمر ہونے کے باوجود ایک فاصلے سے بات کرتی تھی۔ اُسکے سوالیہ اِستفسار نے میزاب کو بالکل گُم صُم کر دیا۔

"کیا ہوا؟ کیا میرے ساتھ لنچ کرنے کا خیال اِتنا بُرا ہے؟" رضا نے دانستہ لہجہ پُرمزاح رکھا۔

"اِیسا نہیں ہے رضا۔ میں بس۔۔۔" قبل اِسکے وہ کچھ کہتی ویٹر نے آکر کھانا سرو کرنا شروع کر دیا۔ میزاب نے ایک محتاط نگاہ کھانے پر ڈالی۔

"مجھے جلدی آفس جانا ہے رضا۔ تم جانتے ہو نہ ذکی اور آفس کے معاملات کی وجہ سے تو میں اِتنا نہیں کھا سکتی۔" اُس نے پہلے ہی نرمی سے اُسے منع کرنا ضروری سمجھا۔ اُسکے آگے سٹیک کی پلیٹ رکھتے ہوئے رضا مُسکرا دیا۔

"جانتا ہوں۔ تبھی زیادہ اصرار نہیں کروں گا مگر پلیز تھوڑا سا۔"اُس نے پلیٹ مزید میزاب کی جانب کھسکائی۔ وہ چند پل یونہی بیٹھتی رہی اور پھر بسم اللہ پڑھ کر چھوٹے چھوٹے نوالے لینے لگی۔ دِل بھاری ہونے لگا مگر وہ خاموشی سے رضا کو مُسکرا کر باتیں کرتے سُنتی رہی۔

ابھی اُسے نہیں اُٹھنا تھا۔ اُس نے میزاب کو بہت بڑی فیوردی تھی اُس پولیس کیس کو ہینڈل کر کے۔ اچانک سے اُسکا دَم گُھٹنے لگا، آنکھوں کے آگے نمکین پانی جمع ہونے لگا اور پِھر وہ سیل فون اُٹھا کر تیزی سے کرسی دھکیل کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ رضا نے جہاں چونک کر اُسکو دیکھا وہیں زور سے کرسی دھکیلے جانے کی آواز پر کئی لوگوں نے پلٹ کر دیکھا اُن ہی میں عباس جان نِثار بھی تھا۔ قبل اِسکے وہ کچھ سمجھتا، میزاب کو تیز قدموں سے باہر جاتے دیکھ کر خود بھی اُسکے پیچھے بھاگا۔ باہر آ کر اُس نے پارکنگ میں گاڑی کے پاس آ کے دیکھا مگر میزاب وہاں نہیں تھی۔ پریشانی سے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پاگلوں کی طرح اُسکو ڈھونڈ رہا تھا۔ اندر جا کر ڈاکٹر رضا سے پوچھنا تک یاد نہیں رہا۔ ہوٹل کی پچھلے حصے میں تیزی سے بھاگتے اُسکے قدم کھانسنے کی آواز پر تھمے۔ پُھولتی سانس اور تیز دَھڑکنوں کے ساتھ وہ قدرے اُونچی جگہ درخت کے پاس آیا جہاں میزابِ رحمت جُھک کر بیٹھی مسلسل کھانستے ہوئے قے کر رہی تھی۔ اُسکو شاید پِھر متلی ہو رہی تھی۔ آنکھیں موند کر چہرہ اُوپر اُٹھا کے عباس نے گہرا سانس

لیااور پِھر اُنہی قدموں سے بھاگ کر واپس گیا۔اَب کی بار واپسی میں اُسکے ہاتھ میں منرل واٹر کی بوتل تھی۔

"یہ لیں!"بوتل کھول کر میزاب کی جانب بڑھاکے اُس نے میزاب کو چونکادیا۔وہ چہرہ پھیرنے کی ہمت نہیں کر سکی۔اُسکے ہاتھ سے پانی کی بوتل لے کے اُس نے قُلی کر کے چہرہ دھو کر پانی کے چند گھُونٹ پیئے اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ قبل اِسکے میزاب پلٹتی عباس نے اُسکے آگے اپنا بازو پھیلایا۔میزاب کی نگاہ بے ساختہ اُس تک گئی جو اُسکی جانب سے رُخ پھیرے سائیڈپہ دیکھ رہاتھا۔دِل نے حوصلے کی سمت ہاتھ بڑھایا۔لرزتاہاتھ کچھ جھجک کے اُس نے عباس کے بازوپر رکھااور درخت کے پاس سے ہٹ کر اُس تک آئی۔وہ اگر عباس کے بازو کا سہارانہ لیتی تو یہیں کہیں ،پتھریلے راستے پر زمین بوس ہو جاتی۔عباس نے جیب سے سیاہ اور سُنہری رنگ کی دھاریوں والارومال نکال کر اُسکی جانب بڑھایاجسے بغیر دِقت کے لیتے ہوئے اُس نے چہرہ تھپتھایااور پِھر رومال مُٹھی میں دبائے عباس کے ساتھ آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے اُوپر آئی۔وہ ریسٹورنٹ پہاڑیوں کے قریب واقع تھا تبھی راستہ سارااُونچانیچا تھا۔یہ اُس ریسٹورنٹ کے یقیناًپیچھے کا حصّہ تھاجہاں بہت کم لوگ موسم اور نظارے سے لُطف اندوز ہورہے تھے۔عباس اُسے ایک بینچ تک لیا۔

"کچھ دیر یہاں بیٹھ جائیں۔" وہ اُس لرزتے ہاتھ کو کچھ دیر سکون دینا چاہتا تھا۔ میزاب اُسکا بازو چھوڑ کر بے دم ہو کر بینچ پر بیٹھی۔

"آپ۔۔۔ ٹھیک ہیں؟" عباس نے چہرہ جُھکا کے اُسکو دیکھا جس نے چہرہ گرایا ہوا تھا۔

"میں۔۔۔ ٹھیک ہوں۔۔" اُس لہجے کی لرزش پر عباس کی نگاہ اُسکے پاؤں تک گئی اور پھِر نفی میں سَر ہلا کے اُسکے سامنے گھٹنوں کے بَل جُھک کر بیٹھا۔ چونکتی میزاب کو پاؤں سمیٹنے کا موقع نہیں مل سکا۔ وہ چہرہ جُھکائے فرصت سے اُسکی سینڈل کی کُھلی سٹریپ باندھ رہا تھا۔ وہ ساری گُھٹتی کیفیت بُھول کر آنکھیں پھیلائے اُسکو دیکھنے لگی۔

"تم پوچھو گے نہیں میرے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟" وہ سٹریپ بند کرنے کے باوجود جب اُسکے قدموں سے نہیں اُٹھا تو میزاب نے گود میں رکھے ہاتھوں کو مضبوطی سے جکڑ کر آہستگی سے سوال کیا۔ عباس جو اُن قدموں کو دیکھ رہا تھا، اُسکی نظر بے ساختہ اُوپر کو اُٹھتے ہوئے اُن لرزتے ہاتھوں تک گئی جِن کو اِتنی سختی سے جکڑا گیا تھا کہ یوں معلوم ہو رہا تھا گویا اُن میں خُون کا ایک قطرہ تک نہ ہو۔ اُس کی نظر ٹھہر گئی۔

"میں آپ کو اپنی موجودگی اور سوالوں سے غیر آرام دہ نہیں کرنا چاہتا۔" اُسکی بات لمحے روک دینے والی تھی۔

"تم وہ واحد ہو، جان نثار جس کی موجودگی اور باتوں سے میں غیر آرام دہ نہیں ہو سکتی۔" وہ آگہی اور اعتراف کا لمحہ تھا۔ اُس نے بہت آہستگی سے عباس سے زیادہ خود سے اعتراف کیا۔ ہاتھوں تک ٹھہری نظر بے ساختہ چہرے تک گئی۔ وہ چہرہ اُٹھائے اُن شفاف، سُرمائی آنکھوں میں اپنا لرزتا، روشن عکس دیکھ رہا تھا۔

✓ارے غضب، ارے ستم! وہ اِک نگاہ سحرِ فن

جُھکے اگر تو بُت کدہ، اُٹھے اگر تو بُت شِکن۔۔۔

میزابِ رحمت اُن شہد رنگ آنکھوں میں زیادہ دیر نہیں دیکھ سکی۔

"میں۔۔۔ کسی اور کے ہاتھوں سے بنے کھانے نہیں کھا سکتی۔" چہرہ جُھکائے اُس نے بڑی دِقت سے کہا۔ وہ کہنا جو کبھی کسی سے نہیں کہا تھا، بہت مشکل تھا۔

"پھر چاہے وہ گھر کا کھانا ہو یا ریسٹورینٹس کا۔" اُسکی آواز حلق میں ہی گھٹنے لگی۔ عباس کے چہرے کے تاثرات بدلے۔ سُنہری آنکھیں نا سمجھی سے سُکڑیں۔

"میرے بابا کو کھانے میں زہر مِلا کر دیا گیا تھا۔ جِس کی وجہ سے اُنکی وفات ہوئی۔" کہتے ساتھ اُس نے ہاتھوں پر مزید گرفت مضبوط کی۔ عباس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔

"وہ میری آنکھوں کے سامنے خُون تھوکتے ہوئے دَم توڑ گئے اور میں۔۔۔ کچھ نہیں کر سکی۔" اُسکا لہجہ کانپنے لگا۔ یہ ذکر آسان نہیں تھا مگر وہ اِس شخص سے اپنے غم کا بوجھ بانٹنا چاہتی تھی۔

"اُس مُہلک زہر نے اُنکے سارے اندر کو چھیل کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔" وہ یوں بول رہی تھی گویا سارا منظر اُسکی آنکھوں کے سامنے چل رہا ہو۔

"میں چیخنا چاہتی تھی۔ سب کو بتانا چاہتی تھی۔ خود کو گھسیٹ گھسیٹ کر دروازے تک پُہنچ کے سب کو خبردار کرنا چاہتی تھی مگر۔۔۔ مگر میری آنکھیں بند ہو رہی تھیں، دَم گُھٹ رہا تھا۔ میرا سارا اندر کرچیوں میں تقسیم ہو رہا تھا۔" اُسکی اگلی لرزتی بات پر عباس کے دِل کی رفتار کسی انہونی، کسی خدشے سے تیز ہوئی۔

"اُس زہر کا ذائقہ، وہ اذیت آج تک میری زُبان پر تازہ ہے۔ مجھے اپنے اندر اَب بھی کرچیاں محسوس ہوتی ہیں۔" ہاتھوں پر گرفت مزید مضبوط ہوتی گئی۔ عباس جان نِثار کی سیاہ گھنی بھنویں اذیت اور بے یقینی سے سُکڑنے لگیں۔

"سب کہتے ہیں اُسی زہر کی وجہ سے بابا فوت ہو گئے مگر مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔ میں نے بھی تو وہ کھانا کھایا تھا۔" اِس سے پہلے کہ گرفت مزید مضبوط ہوتی اور ناخن اُنگلیوں میں پیوست ہوتے، عباس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر نرمی سے اُسکی بند مُٹھی تھپتھپائی، گرفت ڈھیلی ہوئی اور تبھی ایک آنسو سُرمائی آنکھوں سے پھسل کر عباس کے ہاتھ کی پُشت پر جا گرا۔ چونک کر عباس نے اُسے دیکھا اور ششدر رہ گیا۔ وہ جو کسی مضبوط چٹان کی طرح سب کے سامنے اِیستادہ رہتی تھی، کسی ریت کی بُھر بُھری دیوار کی مانند ڈھے گئی۔ ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے اُس نے عباس کو ساکن کر دیا۔ چند لمحے لگے عباس جان نِثار کو اپنے ششدر اعصاب کو سنبھالنے میں اور پِھر وہ نرمی سے اُسکی ایک دوسرے میں پیوست مُٹھیاں تھپکنے لگا۔ اُس عورت کا غم آسیر دِل کو مزید اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔ اُسکے دِل کی سَرزمین بھی اُس تکلیف اور انکشاف سے نم ہونے لگی۔

✓اے خُدا، اے ماورائے مرگ، اے نازک مزاج

ہو سکے تو بندگی کی مات پر آنسو بہا۔۔۔

کئی گھنٹے اُن دونوں کو محو جان کر اُنکے پاس سے دبے پاؤں گزرنے لگے۔

"ایم سوری! تم۔۔۔ تم بھی کیا سوچتے ہو گئے۔" اُسکے رومال سے ہی آنسو پونچھتے ہوئے اُس نے اِتنی ندامت سے کہا کہ عباس کے چہرے کو مُسکراہٹ چھُو گئی۔

"یہی کہ میری باس کتنی مضبوط اور بہادر عورت ہیں۔ زمین کے سینے پر وقت کے تھپیڑے سہتے باوقار پہاڑ کی طرح۔" اُس لہجے میں جو ستائش اور فخر تھا اُس نے میزاب کے چہرے کو گُلابی کر دیا۔ عباس جو اُٹھنے لگا تھا، اِرادہ ترک کر کے اُس بہار ہوتے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"ریزہ ریزہ پہاڑ ہوتا پہلی بار دیکھا ہو گا تم نے۔" اُن پُر شوق نظروں پر اُس نے خفت سے کہتے ہوئے عباس کو گردن پیچھے کو پھینکتے ہوئے قہقہ لگانے پر مجبور کر دیا۔ میزاب نے چونکے کے آنکھیں پھیلا کے اُسے دیکھا جو ہنسے جا رہا تھا۔

اچھا چلیں یہ بتائیں مجھے دیکھ کر آپ کو کس کا خیال آئے گا؟ جیسے مجھے آپکو دیکھ کر پہاڑ کا آیا؟" بامشکل ہنسی ترک کر کے اُس نے دلچسپی سے سوال پوچھا۔ میزاب سب بھول کر اُسکے انداز دیکھ کے کچھ سوچتے ہوئے عباس کے اِشتیاق کو بڑھانے لگی۔

"سمندر!" اُسکے لفظی جواب پر آنکھیں ایک بار پھِر دو سے چار ہوئیں۔ دِل کی دھڑکنیں مُنتشر ہو کے اِدھر سے اُدھر ہونے لگیں۔ گہرا سانس لے کر اُٹھتے ہوئے عباس بینچ پر اُس سے کافی فاصلہ رکھ کے بیٹھ گیا۔

"اِس دُنیا میں ہر کسی کے پاس غم ہوتا ہے، باس۔ کوئی ایسا نہیں جو کسی اِمتحان، تکلیف، سزا یا دُکھ سے نہ گزرا ہو مگر دیکھنا یہ ہے کہ سب اِس کو ڈیل کیسے کرتے ہیں۔ کون اِن پر حاوی ہو کے اِنہیں قابو کر لیتا ہے اور کون اِن سے شکست کھا کر فنا ہو جاتا ہے۔" وہ ٹھہرے پانیوں کی طرح بولتے ہوئے میزاب کے اعصاب کو پُر سکون کر گیا۔

"تو تم اُن پر حاوی ہوئے ہو یا شکست کھا کر فنا؟" اِتنا برجستہ سوال آیا کہ عباس بے اِختیار چہرہ پھیر کے اُسے دیکھتے ہوئے پِھر سے ہنس پڑا۔ وہ اپنی زندگی میں اِتنا کبھی نہیں ہنسا ہو گا جِتنا اِس عورت کے سامنے ہنستا تھا۔

"آپ نے مجھے سمندر سے مِلا دیا ہے، باس لیڈی تو میں شکست کھا کر فنا ہونے کے بجائے قطرہ قطرہ دریا ہو جاؤں گا۔" اُسکا لہجہ اچانک سے اِتنا مدہم اور پُر فسوں ہو گیا کہ دِل دھڑک کر ٹھہر جائے۔ اُسے دیکھتی سُرمائی آنکھیں تحیر سے پھیل کر چمکیں اور پِھر لرزنے لگیں۔ چہرہ پِھر سے گلاب رنگ ہو گیا۔ فضا میں اُس دِل لُبھاتی بات اور ردِ عمل سے یک دَم جلترنگ سے بجنے لگے۔

✓ یہ دریاؤں کی سازش ہے یقیناً

سمندر قطرہ قطرہ ہو رہا ہے۔۔۔

وہ دونوں اِس سے بے نیاز تھے کہ کوئی اُن پر نِگاہ رکھے ہوئے ہے۔ پہاڑ ریزہ ریزہ اور سمندر قطرہ قطرہ ہونے کو تھا مگر وقت کی آہٹیں اُس حسین لمحے کے آگے معدوم پڑ گئی تھیں۔

جاری ہے!

'پابندِ سَلاسل' اَز قلم: مرجان قُطب

اٹھویں قِسط:

"آپ کو میں نے ہمیشہ بہادر دیکھا ہے۔ مصائب کو حل کر کے اُن سے جیسے آپ نِکلتی ہیں ایسے ہر کوئی نہیں نِکل سکتا۔ یہ کامیابی کی علامت ہے۔" اُسکے الفاظ ڈھارس دینے والے تھے مگر میزاب کا دِل اُداس ہونے لگا۔ کوئی آگہی کا دَر وَا ہوا تھا اُس پر جِس نے اُسکے کندھے جُھکانا شروع کر دیئے تھے۔

"تم نے ٹالسٹائی کا وہ قول نہیں سُنا، جان نِثار؟ مصائب کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آپ کامیاب ہو جائیں گے۔ آپ تکلیف اُٹھا کر مر بھی سکتے ہیں۔" اُسکی بات نے عباس جان نِثار کے اندر کو ویران کر دیا۔ اُس نے نگاہیں پھیر کے اُس مُضمحل چہرے کو دیکھا جو دِل کو بہت اچھا لگنے لگا تھا۔ جِس کی جانب عباس جان نِثار کا دِل پوری قوت سے کھچا جانے لگا تھا۔

"پھر بھی تم میرے لیئے دُعا کیا کرو۔" عباس کی خاموشی بھانپ کر اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا جبکہ عباس اُسکو دیکھ کر رہ گیا۔

"میری دُعا سے آپ کے مسئلے حل ہو جائیں گے؟ آپ مرنے کی بات دوبارہ نہیں کریں گی؟" اُسکے سنجیدہ سوال پر میزاب نے چونک کے اُسکی سنجیدگی دیکھی۔

"ہاں! دُعا دے کر دیکھ لو۔" سُرمئی آنکھیں یک دم شرارت سے چمکنے لگیں۔

"جب تک جی میں آئے جیتی رہیں۔"اُس بَرجستہ دُعا پر میزاب کا دِل دَھڑکنا بُھول گیا۔اِیسی دُعا اُس کو آج سے پہلے کبھی کسی نے نہیں دی تھی۔اِس سے قبل وہ کچھ کہتی میزاب کے سیل فون پر کال آنے لگی۔ سیل فون بیگ سے نکال کر اُس نے سامنے کیا۔'دادا جان' جگمگاتا دیکھ کر عباس کے تاثرات بدلے۔پتھر ہوتے تاثرات سے اُس نے چہرہ پھیر لیا۔

"جی! میں ذکی سے مل کر آؤں گی۔آپ فکر نہ کریں۔کچھ ماہ جیل میں رہنے دیں تبھی اُسکو بھی آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوگا۔"میزاب کی بات پر ہاشم بزنجو نے پیشانی مَسلی۔

"میں نہیں چاہتا کہ وہ جیل جائے،زیب بیٹا۔وہ تمہارا بھائی اور میرا پوتا ہے۔اُس نے اِیسی زندگی نہیں گزاری کہ جیل میں رہ سکے۔"ہاشم بزنجو کے اِضطراب پر میزاب نے گہرا سانس لیا۔

"یہ بات آپ کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی لیکن کتنا اچھا ہوتا جو ذکی یہ بات یاد رکھتا اور اِتنی گھٹیا حرکت نہ کرتا۔بات کاروبار کو مِلنے والے خسارے کی نہیں ہے،دادا جان۔بات اِنسانی جان کی ہے۔جِسکی وقعت نہ ذکی کی نظر میں ہے،نہ مُدثر کی۔"اُسکا اٹل انداز ہاشم بزنجو کو

Clubb of Quality Content!

ٹھٹھکا رہا تھا۔ جانتے تھے وہ اپنے باپ کی طرح ہے۔ کسی بات پر ڈٹ جائے تو سمجھانا اور بہلانا مشکل ہو جاتا ہے۔

"ہم گھر میں بات کرتے ہیں۔" نرمی سے کہہ کے اُس نے کال مُنقطع کر دی۔ کاشف صاحب بے چینی سے آگے ہوئے۔

"کیا کہہ رہی ہے، میزاب؟" اُنکی پریشانی دیکھنے لائق تھی۔ آخر اولاد کی بات جو تھی۔

"اُس کے انداز اٹل ہیں، کاشف۔ وہ چاہتی ہے ذکی کچھ ماہ جیل رہے۔" اُنکی اگلی سوچتی بات پر کاشف بزنجو ہتھے سے اُکھڑ گئے۔

"اُسکی اِتنی ہمت، اِتنی اوقات۔۔۔۔یہ سب آپ کی بلاوجہ شے کا نتیجہ ہے، باباجان۔" اُن کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ کچھ بھی کر گزرتے۔

"حوصلے سے کام لو، کاشف۔ تم وہ نہیں دیکھ رہے جو میں دیکھ سکتا ہوں۔ کچھ عرصہ اِنتظار کرو۔ ہم ذکی کو پیرول پر نکلوا لیں گے۔" اُنکی بات پر کاشف بزنجو نے بے یقینی سے اپنے باپ کو دیکھا۔

"یعنی آپ اُس چھٹانک بھر کی لڑکی سے اِتفاق کرتے ہوئے میرے بیٹے کو سڑنے دیں گے؟"کاشف بزنجو کی بے یقینی بہت زیادہ تھی۔

"میں نے کہا نہ تم وہ نہیں دیکھ رہے جو مجھے نظر آ رہا ہے۔ تمہارے بیٹے کو کچھ نہیں ہو گا۔"

ہاشم بزنجو کے یقین نے اُنکو ٹھٹکا دیا۔ چندپَل اپنے باپ کی پُر سوچ خاموشی کو دیکھتے رہے اور پھر مزید بحث کرنے سے گریز کیا۔ وہ جانتے تھے ہاشم بزنجو کو سو طریقے آتے ہیں اپنا کام نکلوانے کے۔

"پہلی ضرب نے ہی اُنکی بُنیادیں ہلا دی ہیں۔"کلیم سنجرانی کی مُسکراہٹ گہری تھی۔ وہ سب اِس وقت مردانے میں بیٹھے تھے۔ چار دِن سے خبروں میں بتائے جاتے بزنجو ایمپائر کے مالی نقصانات کی بابت سُنتے ہوئے سنجرانی حویلی میں خُوشی اور جشن کا سماں نہ ہونے کے باوجود ایک طمانیت کی فضا تھی۔ وہ دُشمن جِس نے ہمیشہ اُنکی جڑیں کاٹنے کی کوشش میں اُنکو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا تھا کیسے اَب اُنکی اُلٹی گنتی شروع ہو گئی تھی مگر اِس سب کے باوجود رحمان بخش سنجرانی اِتنے مطمئن نہیں تھے۔

"آپ کیوں خُوش نظر نہیں آ رہے؟" کریم بخش کے سوال پر رحمان بخش سنجرانی نے اپنے خیال سے چونک کر اُن سب کو دیکھا جو تشویش سے متوجہ تھے۔

"میں مُطمئن ہوں کہ عباس کا حملہ ناکام نہیں گیا مگر یہ کچھ بھی نہیں ہے۔" اُنکی بات پر سب نے سنجیدگی سے اثبات میں سَر ہلایا۔

"عباس بھائی گھر کا چکر کب لگائیں گے؟" اصغر کے سوال پر سب نے پِھر سے رحمان بخش سنجرانی کو دیکھا۔ عباس کے آنے جانے کا اِختیار اُن کے ہاتھ میں تھا۔ اُنہوں نے جانے کا کہا تو عباس چلا گیا۔ اَب وہی آنے کا کہیں تو عباس آئے گا۔ یہ بات طے تھی۔

"کچھ ماہ تک اُسکا نہ آنا ہی بہتر ہے۔ میں کسی کاری ضرب کے اِنتظار میں ہوں۔" اُنکے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔ سب جیسے اُنکی بات کو سمجھ رہے تھے مگر اِتفاق صرف احتساب سنجرانی کو تھا۔ پہلے ہی اُنہوں نے بڑی مشکل سے اپنے طیش کو دبا رکھا تھا۔ یہاں عباس کی ایک غلطی اور سارا کچھ اُنہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لینا تھا۔

"شجاع سے بات ہوئی تمہاری؟" کریم بخش سنجرانی نے یاد آنے پر اکبر کو مخاطب کیا۔

"جی! بتا رہا تھا کہ اُسکے پیپر ہو رہے ہیں۔" اُسکے بتائے جانے پر رحمان بخش سنجرانی نے گہرا سانس لیا۔ چار مہینے سے اُوپر ہو گئے تھے عباس اور شجاعت کو گئے۔ ہر وقت دَھڑکا سا ہی سب کو لگا رہتا تھا کہ نہ جانے کب کیا ہو جائے۔ قصرِ سنجرانی کی بُنیادیں اَب کمزور ہو چکی تھی اور مزید کسی صدمے اور غم کو سہنے کی اُن میں سکت باقی نہیں رہی تھی۔ تیز ہوا کا جھونکا بھی سب کچھ اپنے ساتھ اُڑا کر لے جا سکتا تھا تبھی سب کی اُمیدوں کا واحد مرکز عباس جان نِثار تھا۔ جسے سب سنبھالنا آتا تھا۔ جِس نے اُس حویلی کی بُنیادوں کو اپنے پیروں پر مضبوطی سے جمار کھا تھا۔ اُسکی وجہ سے ہی سب ابھی تک متحد، اکھٹے کھڑے تھے اور عباس نے اُن سب ذمہ داریوں پر کبھی ایک حرف بھی اُف کا اپنی زُبان سے نہیں نکالا تھا۔ اُس نے ہمشیہ خاموش رہ کر سب کچھ خندہ پیشانی سے قبول کیا تھا۔

✓ جو جہاں عُذر گھڑے، لوگ نہیں بولتے ہیں

جیسے فریموں میں جڑے لوگ نہیں بولتے ہیں

اِتنی آسانی سے جھگڑے نہیں سُلجھا کرتے

دیکھ! آپس میں لڑے لوگ نہیں بولتے ہیں

اِس قدر زُعم نہیں اچھا ہے ہارے ہوئے شخص!

یوں خسارے میں پڑے لوگ نہیں بولتے ہیں

عشق کے بارے میں سب حسبِ عقیدت بولے

ہم مگر ضد پہ اَڑے لوگ نہیں بولتے ہیں

اِیسے دِل کَستا ہے آوازیں میری حالت پر

جیسے رَستے میں کھڑے لوگ نہیں بولتے ہیں؟

خاندانوں کی یہ رَسمیں ہیں صَلیبوں جیسی

ہم رواجوں میں گَڑے لوگ نہیں بولتے ہیں

خالی برتن ہو تو آواز بہت دیتا ہے

جتنی رنجش ہو بڑے لوگ نہیں بولتے ہیں۔۔۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ منظور کرامت اور کاشف بزنجو کی اندرونِ خانہ بڑے روابط ہیں۔"

جواد کی اطلاع پر اُس نے فائلوں سے سَر اُٹھا کے اُسے دیکھا۔

"جانتا ہوں۔ دونوں مل کر غیر قانونی طریقے سے خراب مال بیچنے کے ساتھ اسلحہ سمگل کرتے ہیں۔" عباس کے مزید اضافے پر جواد جو اطمینان سے صوفے پہ بیٹھا تھا، چونک کر سیدھا ہوا۔

"اور تم یہ اِتنی حساس اور اہم معلومات مجھے اَب دے رہے ہو؟" جواد کے دانت کچکچانے پر اُس نے بغیر کوئی وضاحت کیئے ایک فائل اُسکی جانب دھکیلی۔

"کیا ہے اِس میں؟" اُس کے سوال پر عباس نے دوسری فائل کھول کر آنکھوں کے سامنے کی۔

"پڑھنا آتا ہے نہ تمہیں؟" وہ سوال نہ ہو کر بھی سوال ہی تھا۔ جواد نے خفگی سے فائل اُٹھا کر آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے جیسے ہی کھولی، اُسکی آنکھیں پھیل گئیں۔ اُس فائل میں منظور کرامت اور کاشف بزنجو کے درمیان ہونے والی پیسوں کی ٹرانزیکشنز کی تمام معلومات درج تھی۔ تارخ، رقم، دِن، وجہ۔۔۔

Clubb of Quality Content

"یہ تمہیں کہاں سے ملی؟"اِیسی حساس اور نجی معلومات اپنے تمام ریسورس لگا کر بھی حاصل کرنا ناممکن تھا۔

"بُوجھو تو جانیں۔"اُسکے انداز میں طمانیت ہی طمانیت تھی۔جب سے شریف نے مکمل ویڈیو نشر کی تھی اُسکا سارا اجلال معدوم ہو گیا تھا۔

"یار!شرافت سے بتا نہ؟ریسورس کا معلوم ہونا ضروری ہے۔"جواد کم ہی سنجیدہ ہوتا تھا۔ ابھی بھی سنجیدہ نہ ہوتا اگر جو وہ معلومات معمولی ہوتی۔

"کاشف بزنجو کے خفیہ لاکر سے اُڑائی ہے۔"مزے سے بتاتے ہوئے اُس نے جواد کا مُنہ حیرت سے کھول دیا۔

"تم۔۔۔تم نے اُس گھر میں۔۔۔نقب لگائی؟"بے یقینی سے جِس طرح پوچھا گیا،عباس کے چہرے کے تاثرات بدلے۔کانوں میں کاشف بزنجو کے میزابِ رحمت کے لیئے کہے جانے والے الفاظ پِھر سے گونج کر خُون کھولانے لگے۔

"اَب وقت آگیا ہے کہ اُن کو کاری ضرب دے کر اصل کھیل شروع کیا جائے۔"اُسکے اَٹل انداز پر جواد نے بغور اُسکو دیکھا۔

"جانتا ہے نہ اگر یہ معلومات نیب کے ہاتھ لگ گئی تو بَھٹہ بیٹھ جائے گا بزنجوز کا؟" جواد کے سوال پر عباس نے سَر جھٹکا۔

"میں یہی تو چاہتا ہوں کہ اُنکا بَھٹہ بیٹھ جائے۔" اُسکے شرر بار لہجے پر جواد کے کان کھڑے ہوئے۔

"کیا بات ہے؟ تمہارے تو تیور پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہو رہے ہیں۔" جواد کی بات پر اُس نے کوئی جواب دیئے بغیر اُسکے ہاتھ سے فائل لے کر تصاویر بنائیں۔

"اگر یہ فائل نائب کے ہاتھ لگی تو وہ سمجھ نہیں جائیں گے کہ تم نے دی ہے۔" جواد نے اُس سے جاننا چاہا۔

"نہیں معلوم ہوگا کیونکہ اصل فائل وہیں پڑی ہوئی ہے اور میرے پر شک جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میں کبھی اُن سب کے کمروں تک نہیں گیا۔" اُسکی وضاحت پر جواد نے گہرا سانس لیا۔

"تو یعنی تم نے رات کو سب کے سو جانے کے بعد اُڑائی ہے یہ معلومات۔" جواد کا انداز پُر یقین تھا مگر عباس نے نہ تصدیق کی نہ ہی تردید۔ وہ اُسی جانفشانی سے فائل پر درج معلومات پڑھتا رہا۔

"اِن کی پیپر کمپنیوں کا بھانڈا ابھی پھٹ جائے گا تو آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔" جواد نے جیسے اُسکی معلومات میں اِضافہ کرنا چاہا۔

"تبھی تو اصل مزہ آئے گا۔ جب دُنیا کے سامنے دُشمن بنے ہوئے ہیں تو اصل میں بننے میں کیا حرج ہے۔ نا قابلِ تلافی نقصان زیادہ دیرپا ہوتے ہیں۔" وہ جیسے سب کچھ سوچ چُکا تھا۔

"تمہاری میزابِ رحمت کو اِس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جواد کی زُبان پر پھر سے خارش ہوئی۔

"میں اِیسا کچھ نہیں کرنے والا جِس سے میزابِ رحمت کو نقصان ہو۔ وہ واقعی میں کاشف بزنجو اور منظور کرامت کے تعلقات سے بے خبر ہیں۔" عباس کے سنجیدہ لہجے پر جواد اُسے دیکھ کر رہ گیا۔ اُس نے لفظ 'تمہاری میزابِ رحمت' سُننے کے باوجود کوئی شدید ردِ عمل نہیں دیا تھا۔ وہ جو کسی عورت کو خود سے منصوب کیئے جانے پر سب تلپٹ کر سکتا تھا۔

"اگر میزابِ رحمت کو معلوم ہوا؟" جواد کا سوال اُکساتا ہوا تھا۔ عباس نے اُس سوال پر چہرہ اُٹھا کے جواد کو دیکھا جو اُسکی توجہ پاتے ہی میسنوں کی طرح مُسکرا رہا تھا۔

"تو جو چور کی سزا وہ میری۔" آہستگی سے کہہ کر اُس نے جواد کو ساکن کر دیا۔ اُسکے لہجے کے یقین نے جواد کی ہستی کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اگلا دِن قصرِ بزنجو پر ایک اور قیامت لے کر اُترا۔ سوتی ہوئی میزابِ رحمت کی نیند مسلسل بجتے سیل نے ایک بار پِھر توڑ دی۔ آنکھیں مَسل کر دیکھا تو 'ایڈوکیٹ شوکت انکل کالنگ' لکھ دیکھ کر سیدھی ہوئی۔

"اسلام علیکم، انکل!" دوسری جانب سے اُنہوں نے کچھ اِیسا کہا جہاں پہلے اُسکے چہرے پر بے یقینی چھائی وہیں اگلی خبر نے اُسکے قدموں کے نیچے سے زمین کھینچ لی۔ بستر سے اُتر کر وہ سیدھا چینجنگ روم میں گئی اور اُسکی واپسی ڈارک اورنج اور سُرخ رنگ کے ملے جُلے اِمتزاج کے کپڑوں کے ساتھ ہوئی۔ اپنا بیگ اور ضروری سامان اُٹھا کر اُس نے گھڑی پر وقت دیکھا جہاں صُبح کے تین: تیس ہو رہے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ سب سو رہے ہوں گے مگر اُسکا جانا ضروری تھا۔ تیز قدموں سے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اُس نے راہداری سے ایک نظر

Clubb of Quality Content

چیف سیکورٹی کے کمرے کی جانب دیکھا مگر دوسرے ہی پَل آگے بڑھ کر لکڑی کا آبنوسی دروازہ پار کر گئی۔

باہر آکر اُس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور کچھ دیر بعد اُسکی گاڑی قصرِ بزنجو سے نِکل کر ہسپتال کی جانب دوڑ رہی تھی۔ گو کہ دوسری خبر زیادہ توجہ طلب اور خطرناک تھی مگر پہلی خبر پر اُسکا ہسپتال جانا واجب تھا۔ تیز قدموں سے وہ ثمرین سے مِل کر وہاں بامشکل آدھا گھنٹہ رُکی اور پِھر وہیں سے نیب کے آفس کی طرف روانہ ہو گئی۔ آفس کا وقت شروع ہونے میں ابھی بہت دیر تھی مگر اُسکو نیب کے ڈائریکٹر سے مِل کر اصل بات تک پُہنچنا تھا۔ اُنکو اپنے آنے کی اطلاع وہ پہلے ہی کر چُکی تھی تبھی اُنہوں نے اُسے اپنے آفس آنے کا کہا تھا۔

"اسلام علیکم!" نیب کے ڈائریکٹر کے آفس کا دروازہ کھول کر جیسے ہی اندر آئی، اندر بیٹھے لگ بھگ پچاس کے قریب گریس فُل سے آدمی اپنی کرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ میزابِ رحمت کی طبیعت سے مرعوب معلوم ہو رہے تھے اور اُن دونوں کی باتوں میں پروفیشنلزم کے ساتھ ایک اپنائیت بھی تھی جیسے دونوں ایک دوسرے کے پُرانے واقف کار ہوں۔

"جو مجھے اطلاع ملی ہے سَر، وہ دُرست ہے؟" سنجیدگی کے ساتھ جو پوچھا گیا اُس پر اُنہوں نے اپنے ٹیبل پر موجود فائل اُٹھا کر اُسکی جانب دھکیلی۔ فائل کھولتے ہی جِس طرح میزاب کے چہرے کا رنگ بدلا، وہ گہرا سانس لے کر رہ گئے۔ جانتے تھے کہ میزابِ رحمت اِس سب سے بے خبر ہو گئی۔

"تم سب کے سامنے اور غیر موجودگی میں مجھے انکل کہا کرو کیونکہ اَصفہان میرے بڑے بھائیوں جیسا تھا۔" اُنہوں نے جِس نرمی سے اُسے باور کروایا، اِتنی شدید حیرت اور شاک کے باوجود وہ مُسکرا دی۔ اپنے باپ کا ذکر اُسکو نا گزیر حالات میں بھی پُر سکون رکھتا تھا تبھی ڈائریکٹر ندیم بیگ کی بات پر مُسکرا دی۔

"جانتی ہوں انکل تبھی تو صُبح ہوئے بغیر آپکے آفس بے دَھڑک آ گئی۔ مجھے بتائیں انکل کیا یہ سچ ہے؟" وہ جو اُسکے 'انکل' کہنے پر مُسکرائے تھے اگلے سوال پر اُنکی مُسکراہٹ سمٹ گئی۔ وہ اُسکا صدمہ سمجھ سکتے تھے۔ کون نہیں تھا اِس شہر میں جو ہاشم بزنجو اور منظور کرامت کی دُشمنی سے آگاہ نہ ہو۔ اُنکا پانی تک ایک دوسرے پر حرام تھا۔ کم از میزابِ رحمت کو یہی معلوم تھا مگر فائل پر درج معلومات کچھ اور ہی داستان چیخ چیخ کر سُنا رہی تھی۔

"چاچو ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟"اُسکی بڑبڑاہٹ پر ندیم بیگ نے گہرا سانس لیا۔

"بیٹا! یہ سارا مفاد کا کھیل ہے۔"اُنھوں نے نرمی سے بڑی پتے کی بات کہی مگر میزاب کو یقین نہیں آرہا تھا۔اُسکے باپ کے ساتھ شدید نفرت کرنے والے،اُن پر بہتان تراشنے والے شخص کے ساتھ کاشف بزنجو کیسے کاروباری لین دین رکھ سکتے تھے،وہ بھی غیر قانونی۔ وہ تو سب سے زیادہ منظور کرامت کے خُون کے پیاسے ہوئے پِھرتے تھے۔

"اَب کیا ہو گا،انکل؟"وہ جانتی تھی مگر مزید جاننا چاہتی تھی۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو قانون کو۔امیر بچ جاتے ہیں۔نیب بلواتی رہے گی،یہ آتے رہیں گے۔اثاثے کچھ عرصے تک فریز ہوں گے اور آخر میں بات کروڑوں کے جرمانے پر جا کر ختم ہو جائے گی۔"اُنکی بات تلخ مگر سچی تھی۔میزاب چہرہ جھکائے فائل کو چند پَل دیکھتی رہی بزنس کی ساکھ کو ہونے والا نقصان اور ہاشم بزنجو کو پُہنچنے والے صدمے کو سوچ کر اُسے ہول اُٹھ رہے تھے۔آئے روز کچھ نہ کچھ ہو رہا تھا۔سٹاک اور سیلز کو مِلنے والا دھچکا ابھی اِتنا پُرانا تو نہیں ہوا تھا۔

"انکل! یہ خبر میڈیا تک مت پُہنچنے دیں۔میں آپکو یقین دلاتی ہوں کہ مکمل تعاون ہوگا۔"

اُسکی بات پراُنہوں نے گہرا سانس لے کر اثبات میں سَر ہلایا۔

"ہماری طرف سے یہی کوشش ہوگی،بیٹا لیکن آپ میڈیا اور لوگوں کو جانتی ہو۔سب اِیسی ہی باتوں کی تاک میں رہتے ہیں۔" وہ جانتی تھی مگر فلحال اُسکے لیئے اُنکی یہ تسلی ہی کافی تھی۔

"جذاک اللہ،انکل۔میں چلتی ہوں۔آپ اپنا فرض ایمانداری سے نبھائیں گے مجھے معلوم ہے۔" نرمی سے کہہ کر وہ صوفے سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔الوادعی کلمات کر کے جِس وقت اُن سے مل کر نِکلی تھی،باہر صُبح کی مدہم مدہم روشنی نکلنے والی تھی۔قریبی مسجد میں نماز ادا کر گھر کے اندر اُسکی گاڑی رُکی،مین ہال میں بیٹھے تمام افراد نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"یہ اِتنی صُبح کون آیا ہے؟" کاشف بزنجو نے تعجب سے سوال کیا۔عباس جو مکمل تیار ہاشم بزنجو کی بات سُن رہا تھا،اندر آتی میزاب کو دیکھ کر ٹھٹکا اور پِھر ہاشم بزنجو کو یونہی بولتا چھوڑ کر تیزی سے میزاب کی جانب بڑھا۔ہاشم بزنجو نے چونک کر عباس کو جاتے دیکھا۔

"باس! آپ کہاں سے آرہی ہیں؟" اُسکے سوال پر میزاب نے ٹھہر کے اُسکو دیکھا۔

"تم نے ناشتہ کر لیا ہے؟" اُسکے سوال پر عباس نے ناسمجھی سے اثبات میں سَر ہلایا۔

"تو پھر چلو، ہمیں آفس جانا ہے۔" اُسکی ہدایت پر عباس نے اپنی کلائی جھٹک کر سامنے کرتے ہوئے وقت دیکھا۔

"اِتنی جلدی؟" وہ سوال سے خود کو روک نہیں سکا حالانکہ اُسکے پہلے سوال کا جواب نہیں آیا تھا۔

"بہت کام ہیں، جان نِثار۔ میں ذرا دادا سے مل آؤں۔" نرمی سے کہہ کر عباس کے پاس سے مُضمحل جھونکے کی طرح گزری۔ عباس نے بےاِختیار چہرہ پھیر کے اُسے دیکھا جسکے قدموں میں ہمیشہ والی مضبوطی نہیں تھی۔ وہ خود کو اُسکی جانب بڑھنے سے روک نہیں سکا۔

"تم کہاں سے آ رہی ہو؟" کاشف بزنجو کے سوال پر میزاب نے تادیبی نظروں سے اُنکو دیکھ کر ٹھٹکا دیا۔

"آپ کو آپکے بیٹے کی رہائی کی خوشخبری دینے آئی ہوں۔ ثمرہ اور اُسکی بہن نے آپکے بیٹے کو معاف کر دیا ہے لیکن میں نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے پانچ کروڑ کی رقم دی ہے۔ فکر نہ کریں اپنے پلے سے دیا ہے۔" اُسکی اطلاع پر جہاں سب خُوشی سے چہکنے لگے تھے وہیں اگلی بات پر سب نے اُسکو دیکھا جِسکی سنجیدگی اور لہجے کی سختی بہت واضح تھی۔

"لگتا ہے تمہیں اپنے بھائی کی رہائی کی خوشی نہیں ہو رہی؟" اِیسے موقعے پر رفعت شیراز خاموش رہیں، یہ ناممکن تھا۔

"وہ میرا بھائی ہے، پُھوپُھو لیکن گناہ گار شخص خواہ میرا کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو میرے ہاتھ اُسکے گریبان تک پُہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔" اُسکا انداز، دوٹوک اور باور کرواتا ہوا تھا جہاں عباس نے بغور اُسکو نگاہ بھر کر دیکھا وہیں اُسکی نگاہیں کاشف بزنجو پر محسوس کر لیں۔

"سب ٹھیک ہے نہ، زیبی؟" ہاشم بزنجو کو ہی بیچ میں مُداخلت کرنی پڑی۔

"کچھ دیر تک سب پِھر سے خبروں میں آجائے گا، داداجان۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ اپنے مفاد اور پیسوں کی لالچ میں اِس حد تک جا سکتے ہیں۔" ہاشم بزنجو کو کہہ کر اُس نے براہِ راست کاشف بزنجو کو کہہ کر اُنکو چوکنا کر دیا۔

"کیا بات آنی ہے خبروں میں؟" ہاشم بزنجو کے گرد خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ میزاب یونہی اِیسی بات نہیں کہہ سکتی تھی۔

"یہ آپ اِن سے کیوں نہیں پوچھتے جنہوں نے قسم کھا رکھی ہے ہمیں جہنم میں دھکیلنے کی۔"

اُسکا لہجہ اِتنا کڑا تھا کہ کاشف بزنجو اور رفعت شیر از طیش سے اپنی کرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"تمیز سے بات کرو، لڑکی۔" رفعت شیر از قبل اِسکے آگے بڑھتیں عباس نے اُنکی کوشش ناکام بنادی۔

"اَب کیا ہوا ہے، زیب؟" تقی کے سوال پر اُس نے گہرا سانس لے کر ہاشم بزنجو کو دیکھا۔

"آپ نہیں جانتے نہ؟" اُس نے جِس آس سے ہاشم بزنجو کی جانب بڑھتے ہوئے پوچھا، عباس جان نِثار کے چہرے کا رنگ پہلی بار اِس طرح ماند ہوا کہ دیکھنے والا ٹھٹک جائے مگر مقامِ تشکر تھا کہ فلحال اُسکی جانب کوئی متوجہ نہیں تھا۔

"کیا بیٹا؟" اُنکو معلوم نہیں تھا کہ بات کس بارے میں ہو رہی ہے۔

"یہی کہ آپکے یہ بیٹے اُس منظور کرامت کے ساتھ غیر قانونی کاموں میں ملوث ہیں جِس کے ساتھ دُشمنی کا بانگ دہل اعلان کرتے رہے ہیں۔" اُسکی اگلی بات پر کاشف بزنجو نے سٹپٹا کر اپنے باپ کو دیکھا جنہوں نے چونک کر کڑی نظروں سے اپنے بیٹے کو گھورا۔

"تم۔۔۔ تمہیں کس نے کہا ایسا؟" کاشف بزنجو کے سہی معنوں میں ہاتھ کے طوطے کبوتر اُڑنے لگے۔

"نیب کے پاس آپکے کالے کارناموں کا ثبوت موجود ہے۔ ابھی اُنہی کے دفتر سے آرہی ہوں میں۔" اُسکے نڈھال لہجے کو سوائے عباس کے کوئی نہیں پرکھ سکتا تھا۔

"تم سے میں نے کہا تھا کہ رازداری سے کام کرنا۔ یہ رازداری سے کام کیا ہے تم نے؟" ہاشم بزنجو جِس طرح سُرخ چہرے سے دَھاڑے سب دُبک کر بیٹھ گئے، سوائے میزاب کے۔ وہ ششدر چہرے سے اُنکو دیکھے گئی۔

"آپ کو معلوم تھا؟" یہ سوال ہونٹوں پر ہونے کے باوجود پوچھ نہیں سکی۔

"اَب وہ کمینہ تمہارے سَر سب ڈال کر ہاتھ جھاڑ کے سائیڈ پر ہو جائے گا۔" وہ اُسی تُندہی سے کہتے رہے۔ عباس نے چہرہ پھیر کر میزاب کو دیکھا جو بے یقینی سے اُنکو بولتے سُن رہی تھی۔

"آپ۔۔۔جانتے تھے؟"اُسکی بے یقین آواز پر تیز تیز بولتے ہاشم بزنجو ٹھہر گئے۔چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا اور وہ بھول تو نہیں سکتے تھے کہ اُنکے سامنے اصفہان بزنجو کی بیٹی کھڑی سوال مانگ رہی ہے۔

"میں صرف کاروباری لین دین کے بارے میں جانتا تھا۔"ہاشم بزنجو نے اُسے تقین سے کہا۔

"بابا جان!"کاشف بزنجو تو اُنہیں دیکھ کر رہ گئے۔میزاب نے گہرا سانس لے کر اپنے ششدر اعصاب یکجا کیئے۔یہ سوال/جواب کا وقت نہیں تھا۔

"میری ندیم انکل سے مُلاقات ہوئی ہے۔اُنہوں نے کہا ہے یا تو اِس کاروباری شراکت کے غیر قانونی اثاثے منجمند ہوں گے یا پھر کاشف بزنجو کی بزنجو اینڈ سٹرز سے معزولی۔"اُسکی بے تاثر اطلاع پر سب کے پیروں کے نیچے سے زمین نِکل گئی۔

"اور مجھے پہلا آپشن زیادہ بہتر لگ رہا ہے۔"اُسکی تائید دھماکہ تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔کھربوں کے اثاثے میں حکومت کے حوالے کرنے والا بے وقوف نظر آتا ہوں تمہیں۔"اُنکے چیخ اُٹھنے پر عباس نے سَرد نظروں سے اُنکو دیکھا۔اَب

آیا نہ اُونٹ پہاڑ کے نیچے۔ بڑی اُونچی اُڑان اُڑ رہے تھے یہ صاحب جبکہ رفعت اور آمینہ نے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ذکی کی رہائی کی خوشی کہیں پسِ منظر میں رہ گئی تھی۔

"توپھِر کرسی چھوڑنی ہے اپنی؟" اُسکا سوال کڑا تھا۔

"کیوں چھوڑوں گا میں؟" سوال مزید چیختا ہوا آیا۔

"کسی ایک چیز سے تو آپ کو دستبردار ہونا ہی پڑے گا۔ بہتر یہی ہے کہ اثاثوں کو جانے دیں اُس سے آپکی اور ہم سب کی تھوڑی بہت عزت بھی بچی رہے گی۔" اُسکی بات میں دَم تھا مگر کاشف بزنجو کیسے اپنے کھربوں روپے جانے دیتے۔

"نیب تک یہ معلومات پہنچائی کس نے؟" ہاشم بزنجو کے پُرسوچ سوال پر یکدم ہال میں خاموشی چھاگئی۔ سب نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ میزاب نے پیشانی سہلائی۔ اصل مسئلے کی طرف کوئی دھیان دینے کو تیار نہیں تھا۔

"کیا یہ اہم ہے؟ اہم یہ ہونا چاہیئے کہ آپ لوگوں کے پاس آخر کس چیز کی کمی تھی جو ایسے غیر قانونی کام اور اُس گھٹیا شخص کے ساتھ ملوث ہونا پڑا۔ آپ لوگوں کو ایسا کام ہی نہیں

کرنا چاہیئے تھا کہ کوئی آپکے گھر پر نقب لگائے۔" اُسکے چٹختے لہجے پر سب کے چہرے سُرخ ہوئے۔ عباس نے چہرہ پھیر کر کلائی پہ بندھی گھڑی کو دیکھا۔

"میں اُس کمینے اور گھٹیا شخص کو نہیں چھوڑوں گا اگر اُسے لگتا ہے وہ اِس سب سے بری الزمہ ہو جائے گا تو یہ اُسکی خوش فہمی ہو گی۔" کاشف بزنجو کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ منظور کرامت کی گردن دبا دیتے۔

"تمہیں لگتا ہے یہ منظور کی حرکت ہے؟" ہاشم بزنجو کے سوال پر میزاب گہرا سانس لے کر پلٹی۔

"میں سو فیصد پُر یقین ہوں۔ میں جانتا تھا کہ ایک دِن وہ پیٹھ میں خنجر گھونپے گا مگر مجھے ابھی جانتا نہیں ہے۔" پیچھے کاشف بزنجو مغلظات بکنے لگے تھے۔ اُنکی باتوں پر ہاشم بزنجو کا سُرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر عباس تمسخرانہ نظروں سے اُن سب کو دیکھ کر ہال سے باہر نکلتی میزاب کے پیچھے ہولیا۔ بات اُسی سمت جا چکی تھی جہاں عباس لے جانا چاہتا تھا۔ دو دوست نما دُشمن لڑنے کو بالکل تیار تھے۔ وہ حساس معلومات حاصل ہونے والا اُمد عاکسی کو یاد نہیں رہا تھا اور عباس جان نِثار کا یہی تو مقصد تھا۔ فتح کے احساس سے سَرشار عباس سَر اُٹھائے اُس میزابِ رحمت کے

پیچھے جارہا تھا جِس کا سَر اور کندھے جُھکے ہوئے تھے۔جِسکے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی مگر فلحال عباس اپنے مقصد کی کامیابی کی خُوشی میں مَست تھا۔دا جی کے کلیجے میں ٹھنڈ پڑنے کی سوچ اُسے ہواؤں میں لیئے اُڑ رہی تھی۔اُنکی نظروں میں سُرخُرو ہونا سب سے اہم تھا مگر کیا یہ اہم تھا؟

اُسکی جیت کے احساس سے بے خبر میزاب اپنی ہار، اپنے زیاں کو سوچ رہی تھی۔یہ چوٹ جو اُسے لگی تھی، بے حد گہری تھی۔اِیسا وہ اپنے کسی اِنتہائی ڈراؤنے خواب تک میں تصور نہیں کر سکتی تھی کہ اُسکے اپنے یوں کریں گے اُسکے ساتھ۔اُسکی تھکان اور صدمے کی اُس لمحے خُدا کے علاوہ کسی کو خبر نہیں تھی۔

Clubb of Quality Content

✓اِس سے جان گیا کہ بخت ڈھلنے لگے

میں تھک کے چھاؤں میں بیٹھا تو پیڑ چلنے لگے

میں دے رہا تھا سہارے تو اِک ہجوم میں تھا

جو گر پڑا تو سبھی راستہ بدلنے لگے

نہ مارتے ہیں مجھے اِور نہ جینے دیتے ہیں

یہ کیسے سانپ میری آستین میں پَلنے لگے

وہ یوں شریک ہوئے میری پیاس کے دُکھ میں

لبِ فُرات کھڑے ہاتھ مَلنے لگے

کسی کے ہاتھ میں جاں، کسی کے ہاتھ میں دِل

بَھلا یہاں پہ کوئی کس طرح سنبھلنے لگے

بُھگت لیا وہیں خمیازہ تنگ نظری کا

بَدن بچانے لگے تھے کہ شہر جَلنے لگے۔۔۔

(فرحت عباس شاہ)

اُنکی گاڑی بہت تیزی سے 'الرحمت' کی جانب بڑھ رہی تھی تبھی خاموشی محسوس کرکے عباس نے پہلی بار جُرات کرکے بیک ویو مرر نیچے کیا۔ سوچ میں ڈوبے، زرد چہرے، جُھکی

گردن اور ڈھلکے شانے والی میزابِ رحمت کو دیکھ کر اُسکے دِل کو دھکا لگا۔ فتح کی خوشی نے یک دَم اُسے اپنے شانوں سے بے دَردی سے جھٹک کر زمین پر پٹخ دیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" لہجے کی جھجھک پہلی بار سامنے آئی مگر اپنے خیال میں محو، باہر کے بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھتی میزاب محسوس نہیں کر سکی۔

"! کچھ سوچ رہی ہوں، جان نِثار۔" اُس نے چہرہ پھیرے بغیر یونہی باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا منظورِ کرامت اِتنا بے وقوف ہو سکتا ہے کہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارے؟" اُسکے سوال پر عباس نے ہاتھ بڑھا کر بیک ویو مرر نیچے جُھکا دیا۔

"مجھے لگ رہا ہے یہ سب کوئی اور کروا رہا ہے۔ کوئی اِیسا جسے میں نہیں جانتی مگر وہ مجھے جانتا ہے۔ میں نفرت اور دُشمنی کی ایک نئی بُو سونگھ رہی ہوں۔" اُسکی اگلی بات پر عباس کی گرفت سٹئیرنگ وہیل پر مضبوط ہو گئی۔ مزید وہ کچھ کہہ نہیں سکا۔ گاڑی کی خاموش آواز کو عباس کے بجتے سیل فون کی آواز نے اُسے توڑا۔ عباس نے سیل کوٹ کی جیب سے نکال کر 'ڈا جی کالنگ' لکھا دیکھ کر گہرا سانس لیتے ہوئے کال مُنقطع کر دی۔ فلحال اُنکی کال نہیں اُٹھا سکتا تھا۔

فون پِھر سے بجنے لگا تو عباس نے سائلنٹ کر کے جیب میں واپس رکھ دیا اور تبھی گاڑی کو ایک جھٹکا لگا اور انجن سے اُٹھتے دُھویں کو دیکھ کر عباس نے تیزی سے گاڑی سائیڈ پر روک دی۔

"کیا ہوا، جان نِثار؟" جھٹکا لگنے پر میزاب نے اُسے سیٹ بیلٹ نکال کر اُتارتے دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں! بس گاڑی میں مسئلہ ہو گیا ہے۔" نرمی سے کہہ کر دروازہ کھول کے باہر نِکل کر گاڑی کے بونٹ کی جانب بڑھا۔ میزاب سب بُھول کے آگے ہو کر اُسے دیکھنے لگی جو سیاہ کوٹ اُتار کر دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ تک آیا اور کُھلے دروازے پر کوٹ رکھ کر واپس پلٹ گیا۔ میزاب اُسکو گویا پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ سفید شرٹ، سیاہ ٹائی ڈھیلی کیئے، دونوں بازو کہنیوں تک فولڈ کیئے میزاب کی محویت کو وہ دوچند کر گیا۔ کوئی اِتنے مشکل اور پریشان کن حالات میں بھی آنکھوں کو کیسے بَھلا لگ سکتا ہے؟ عباس جان نِثار بہت وجیہہ تھا مگر میزابِ رحمت کو وہ اِس وقت بلا کا دلکش لگا۔ دِل میں کی گئی تعریف پر بے ساختہ مُسکراہٹ اُسکے چہرے پر دوڑ گئی۔ کچھ سوچ کر سَر جھٹکتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کے باہر نِکلی۔

"سب ٹھیک ہے، جان نِثار؟" اُسکے سوال پر عباس نے چونک کر چہرہ سائیڈ پہ کرتے ہوئے اُسکو دیکھا۔

"بس پانچ منٹ۔" اُسکے کہے جانے پر میزاب اثبات میں سَر ہلا کر گاڑی سے ٹیک لگاتے ہوئے سڑک کے کنارے بنے جنگلات کو دیکھنے لگی جو بارش کے بعد نِکھر کر آنکھوں کو بڑا بَھلا سا تاثر پیش کر رہے تھے۔ ماحول میں کل کی بارش کے باوجود گرمی تھی کیونکہ سردیاں اسلام آباد کی سَر زمین پر اَب چند دِن کی ہی مہمان تھیں۔

"یہ جگہ کتنی خوبصورت ہے۔" میزاب کی خود کلامی پر عباس نے مصروفیت ترک کرتے ہوئے سر سری سا سائیڈ پر دیکھا اور وہیں اُسکی نظر ٹھہر گئی۔ شہد رنگ آنکھیں اَنجُھنے سے چھوٹی ہوئیں اور پِھر بونٹ تیزی سے گرا کر وہ میزاب کی جانب بھاگ کر درمیان کا فاصلہ مِٹاتے ہوئے اُسکے اور خوبصورت نظارے کے درمیان آگیا۔ سُرمائی آنکھیں لرز کر پھیلتے ہوئے اُس چہرے کو دیکھنے لگی جو پلکوں سے ذرا سا ہی دُور تھا۔ وہی چہرہ جسے کچھ دیر پہلے سُرمائی آنکھیں بڑے شوق اور دلجمعی سے سراہ رہی تھیں۔

"میری طرف دیکھیں۔" وہ جو لرز کر سائیڈ پہ ہونے لگی تھی عباس اُسکو کہنی سے تھام کر پِھر سے اپنے روبرو لے آیا۔ قبل اِس کے دھڑکتے دِل کے ساتھ میزاب اُس سے کچھ پوچھتی، کانوں کے پردے پھاڑتی تیز آواز کے ساتھ دو گولیاں سَنسناتی ہوئیں آئی اور عباس کی پُشت

اور بازو میں آکر پیوست ہو گئیں۔ اُس دِل کو مائل کرتے چہرے کو یوں قریب سے دیکھتے ہوئے کراہ اُسکے اندر ہی معدوم ہو گئی۔ البتہ جھٹکا لگنے کے سبب اُس نے بامشکل میزاب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خود کو گرنے سے بچایا۔

"جان نِثار!" میزاب کی گُھٹی پُکار پر عباس نے چہرہ پھیر کر عقب میں دیکھا جہاں سے گولی چلائی گئی تھی اور پھر تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر شیشہ بند کیا۔ میزاب کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اندر بٹھا کر دروازہ بند کر دیا اور بازو پیچھے لے جا کر پستول نکال نکالتے ہوئے اُس نے دُور سُنسان پڑی عمارت سے سَر نکال کر کھڑے نقاب پوش کے سر کا نشانہ بنا کر یکے بعد دیگرے فائر کر کے اُسکی کھوپڑی اُڑا دی۔ تبھی اُس نے گاڑیوں کی آواز پر لب بھینچ کر سائیڈ پر دیکھا اور ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کے گاڑی سٹارٹ کی۔

"آپ ٹھیک ہیں، باس؟" میزاب جو کانوں پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھی، لرز کر چونکی۔

"تم۔۔۔ تم۔۔۔ ٹھیک ہو؟" گاڑی کو آندھی طوفان کی طرح بھاگتے دیکھ کر اُس نے بامشکل لرزتی آواز میں پوچھا۔

"آپ سر مت اُٹھائیے گا۔"اُسکا سوال نظرانداز کر کے کہتے ہوئے اُس نے گاڑی کے شیشے سے ہاتھ نکال کر تکلیف سے ہونٹ بھینچتے ہوئے پیچھے آنے والی گاڑیوں کے ٹائروں کا نشانہ باندھتے ہوئے اُنکی پیچھا کرنے کی کوشش ناکام بنادی۔اَب اُنکا پیچھا نہیں کیا جارہا تھا۔گاڑی اُنکو بہت پیچھے کہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئی تھی۔مین شاہراہ پر گاڑی کے پُہنچتے ہی میزاب بے چینی سے آگے ہوئی۔عباس کی سفید شرٹ پُشت اور دائیں بازو سے خون میں نہا چُکی تھی مگر وہ پھِر بھی پسینے سے تر چہرے اور پوری قوت سے گاڑی بھگا رہا تھا۔

"جان نِثار!گاڑی روکو!"اُسکی آواز پر عباس نے پریشانی سے سائیڈ پر دیکھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"اُسکی تان پھِر سے وہیں آکر ٹوٹ رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔تم ٹھیک نہیں ہو۔۔گاڑی روکو۔"اَب کے اُسکی آواز بلند ہونے پر عباس نے بریکس لگائیں۔میزاب جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکلی اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا۔

"میں ٹھیک ہوں،باس۔"اُسکے پھیکے پڑتے،گھبرائے اور پریشان چہرے کو دیکھ کر اُس نے بہت ہمت سے کہتے ہوئے میزاب کی آنکھوں میں پانی جمع کر دیا۔

"اُترو تم!" بھرائے لہجے میں کہتے ساتھ اُس نے اِنکار کرنے والے عباس کی ایک نہ سُنتے ہوئے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پسنجر سیٹ پہ بٹھاتے ہوئے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"میں۔۔۔۔"

"چُپ کر کے بیٹھو تم۔" عباس کے پِھر سے کچھ کہنے کو میزاب نے جِس طرح جھڑکا، عباس نے اِتنی تکلیف کے باوجود بے یقینی سے چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا جو اُس سے بھی زیادہ تیزی سے گاڑی بھگا رہی تھی اور پِھر اُس نے ہاسپٹل کی پارکنگ لاٹ میں گاڑی روک کر ڈاکٹر رضا کو کال کی۔ میزاب نے عباس کی جانب کا دروازہ نہیں کھولا، خود نِکل کے اُسکی جانب کا دروازہ کھول کر اُسکی جانب ہاتھ بڑھایا۔ عباس کی نگاہ سب بُھول کر اُس ہاتھ سے ہوتے ہوئے چہرے کی جانب گئی جو تفکر اور اِضطراب سے اُسکی جانب ہی متوجہ تھا۔

"میں چل سکتا ہوں۔" اُسکا ہاتھ نظر انداز کر وہ خود ہی لب بھینچ کے باہر نِکلا جبکہ میزاب تیزی سے پیچھے ہوئی۔

"تم۔۔۔ تم ٹھیک ہو، میزاب؟" ڈاکٹر رضا دوڑتا ہوا آیا اور میزاب کے سامنے دم لیا۔ عباس نے سنجیدگی سے اُسکو دیکھا جو تفکر سے میزاب کو سر تا پا دیکھ رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ جان نِثار کو گولی لگی ہے۔" میزاب کی مُضطرب بات پر رضا کی نگاہ اپنی جانب سَرد، سنجیدہ نظروں سے دیکھتے شخص تک گئی۔ اگر تو اُسکی شرٹ پر خون لگا نظر نہ آرہا ہوتا تو اُسکے تاثرات سے معلوم نہیں ہوتا کہ اُسکو گولی لگی ہے۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" رضا کے سوال پر اُس نے بامشکل اپنی ناگواری دبا کر اثبات میں سَر ہلایا۔ اللہ جانے اُسے رضا اِتنا کیوں ناپسند تھا۔ اندر جا کر اُسکو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا کیونکہ ایک گولی بازو میں پیوست ہوئی تو دوسرے کندھے سے ذرا نیچے، پُشت پر بازو کے قریب۔ میزاب دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے محوِ دُعا تھی۔ آنکھوں کے سامنے بار بار وہی منظر آکر نئے سرے سے رُوح چھلنی کر دیتا۔ اُسے عباس پر شدید غصّہ بھی تھا۔ وہ کیوں اُسکو بچانے کے لیئے اُس تک آیا؟ مسلسل بجتے سیل فون پر اُس نے کوفت سے سیل فون پرس سے نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا۔

"اسلام علیکم، دادا جان!" اُسکی مُضمحل آواز پر ہاشم بزنجو کرسی چھوڑ کر فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"شوکت بتا رہا ہے تم پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ میڈیا پر خبریں چل رہی ہیں۔"اُنکی پریشانی میں ڈوبی آواز پر میزاب نے گہرا سانس لے کر پیشانی سہلائی۔

"جی! سہی بتایا ہے شوکت اَنکل نے۔"اُس نے آہستگی سے کہا۔

"تم۔۔۔تم ٹھیک تو ہو نہ، بیٹا؟ کہاں ہو؟؟؟ کیسی ہو؟؟"اُنکے حقیقی معنوں میں ہاتھ پیر پھُول گئے۔ابھی توذکی کے آنے کی خوشی منانے کر دُشمن کو چاروں شانے چِت کرنے کا وقت تھا اور ابھی۔

"میں ٹھیک ہوں، داداجان۔آپ لوگ ذکی کو لینے جائیں۔اُسکی رہائی ہو گئی ہے۔"نرمی سے کہہ کر اُس نے ہاشم بزنجو کو مزید متفکر کر دیا۔

"تمہیں کچھ ہوا تو نہیں نہ، میرے بچے؟"اُنکے مہربان اِستفسار پر میزاب بے ساختہ مُسکرا دی۔

"مجھے اِیک خراش تک نہیں آئی مگر جان نِثار۔۔۔داداجان! اُسکو گولیاں۔۔۔لگی ہیں۔" کہتے کہتے اُسکی آواز میں جو لرزش اُتری وہ ہاشم بزنجو کی سماعتوں سے مخفی نہیں رہ سکی۔

"اُو! کیسا ہے عباس؟ کہاں ہے؟" جانتے تھے میزاب اِس باڈی گارڈ کی بہت عزت اور قدر کرتی ہے تبھی سمجھ سکتے تھے۔

"ابھی آپریشن تھیٹر میں ہے۔آپ پلیز دُعا کریں، دادا۔" لاکھ کوشش کے بھی اُسکی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔اِس سے پہلے کہ ہاشم بزنجو کو اِسکا اِدراک ہوتا، اُس نے فوراً کال مُنقطع کردی۔چہرہ لرزتے ہاتھوں میں لے کر وہ بے ساختہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ساری ہمت اور توانائی بس ایک پل میں خرچ ہوگئی تھی۔وہ عباس جان نِثار تھا۔اُسکا محافظ اور مددگار۔ میزابِ رحمت کے لیئے سب سے خاص۔کب ہوا، کیوں ہوا؟ اِسکی کچھ خبر نہیں تھی مگر میزاب کے لیئے خود کو ڈھال بنانے والا شخص نہ جانے کب سے اُسکے دِل میں براجمان ہوا بیٹھا تھا۔گزرتے لمحوں کی منحوس آہٹ نے ابھی ابھی خوف سے تاریک پڑتے دِل میں موجزن مکین کی نشاندہی کی تھی۔وہ یونہی زمین پر بیٹھی رہی۔اپنی جانب بھاگ کر آتے قدموں کی دھمک بھی اُسے سُنائی نہیں دی۔

"عباس کہاں ہے؟" سنجیدہ، سخت آواز پر میزاب نے بامشکل چہرہ اُٹھایا تو کئی آنسو اُسکے چہرے پر لڑھکتے چلے گئے۔بے چینی سے کھڑے جواد اور شجاعت نے حیرانگی سے اُس

عورت کو دیکھا جسکے چہرے سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے خُون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔

"عباس بھائی! کہاں ہیں؟" شجاعت نے تفکر سے پھر پوچھا۔ میزاب کے سُن دماغ نے بامشکل بات پروسیس کی اور پھر دیوار کا سہارا لے کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"اندر آپریشن روم میں۔" وہ جب بولی تو اُسکی آواز بیٹھی ہوئی، کھردری سی تھی۔ جواد نے بہت غور سے اُس عورت کے مُضمحل تاثرات اور خوفزدہ آنکھوں کو دیکھا جہاں کسی کی تکلیف اور کھو دینے کا خدشہ بڑا واضح ٹھہرا ہوا تھا۔

"وہ کیسے ہیں؟ عباس بھائی ٹھیک ہیں نہ؟" شجاعت نے ساری نفرت بُھلا کر بے صبری سے سوال کیا۔

"وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ابھی ڈاکٹر آتے ہیں۔" اُس نے اُس لڑکے سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

"عباس کو واقعی گولی لگی ہے؟" جواد کے کڑے سوال میں اِیسی تُندہی اور کاٹ تھی کہ میزاب کے آنسو ٹھٹھر گئے۔ اُس نے چونک کر جواد کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

"جی!" اُن آنکھوں میں اِیسا غصّہ تھا کہ میزاب کو نظر جُھکانی پڑی۔

"یہ سلوک ہوتا ہے آپ لوگوں کے ہاں وفادار لوگوں کے ساتھ؟" جواد کے کڑے اِستفسار پر میزاب کا چہرہ مزید جُھک گیا۔

"وہ آپکے لیئے نہ جانے کیا کچھ کرتا پِھر رہا ہے اور آپ کی وجہ سے ہی اُسے گولی لگی ہے۔" جواد کی اگلی بات پہلے سے سہمے، پشیمان دِل کو مزید گھائل کر دینے والی تھی۔

"میں آپ۔۔۔ آپ سے معذرت چاہتی ہوں۔" اُسکی لرزتی آواز پر شجاع نے نا سمجھی سے چہرہ جُھکا کر اُسکو دیکھا جو بس ندامت اور پریشانی سے زمین میں گڑنے کو تیار تھی۔

"آپ کی معذرت کا کیا کریں ہم۔ ناجائز کام کرے آپ کا خاندان اور بُھگتے میرا دوست۔ اِتنا اَرزاں اور فالتو نہیں ہے عباس۔" اُسکی اگلی بات پر میزاب کا چہرہ مزید پھیکا پڑا۔

"آئی ایم سوری۔" وہ جانتی تھی اُس پر حملہ کرنے والا منظور کرامت ہی ہو گا۔ اُس تک نیب کی پیشی کی اطلاع پُہنچ چکی ہو گی۔ تبھی آپریشن تھیٹر کی لائیٹ بند ہوئی اور رضا باہر نِکلا۔ سامنے نڈھال، چہرہ جُھکائے کھڑی میزاب کو دیکھ کے اُسکی جانب بڑھا۔

"تم ٹھیک ہو میزاب؟" اُسکی بے چینی جواد کی آنکھوں سے چُھپی نہیں رہ سکی۔

"عباس کیسا ہے؟" جواد کے کڑے سوال پر رضا نے ٹھٹک کر اُسے دیکھ کے ماسک نیچے کیا۔

"اُنکو دو گولیاں بازو اور پُشت پر لگی ہیں مگر بروقت پُہنچائے جانے کی وجہ سے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔" رضا کی بات پر میزاب کے قدم بے جان ہوئے۔ بے ساختہ خود کو گرنے سے بچانے کے لیئے دیوار کا سہارا لے کر بیٹھتی چلی گئی۔

"میزاب!" رضا اُسکی پریشانی اور تکلیف سمجھ سکتا تھا تبھی اُسکے لیئے پریشان تھا۔ میزاب نے چہرہ جُھکائے ہاتھ اُٹھا کر اُسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

"اِن لوگوں کو عباس سے ملوادیں، ڈاکٹر رضا۔" اُسکی ہدایت پر رضا نے تذبذب سے اُسکے جُھکے چہرے کو دیکھا اور پھر واپس آپریشن تھیٹر والے دروازے کی جانب بڑھا۔ وہیں آگے راہداری میں اِنتہائی نگہداشت کے کمرے تھے جہاں عباس کو شفٹ کیا گیا تھا۔ جواد اور شجاعت تیز قدموں سے رضا کے پیچھے ہو لیئے۔ میزاب نے سَر دونوں ہاتھوں میں لے کر تشکر بھَرا سانس لیا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُسے یہاں نہیں رُکنا تھا۔ وہ ڈی-ایس-پی جواد کے اُن جملوں کے بعد جان نِثار کا سامنا نہیں کر سکتی تھی تبھی تیز مگر تھکے ماندے قدموں سے ہاسپٹل سے باہر نِکل آئی۔ پارکنگ لاٹ میں گاڑی میں بیٹھتے ہی اُس کی نگاہ پسنجر سیٹ سے

ٹکرائی جہاں تازہ خون لگا ہوا تھا۔ وہ خُون کتنا قیمتی تھا کوئی میزابِ رحمت سے پوچھتا۔ ایک اِیسے بے لوث اور وفادار شخص کا خُون، جِس نے اُسکے حصے کی گولی کھائی تھی۔ وہ جو سب کے وار، اپنوں سے دھوکہ اور فریب سہتی آ رہی تھی اِس مہربان شخص کی نیاز مند ہونے لگی۔ دِل کے دغا کی تو کب، کِس کو خبر ہو سکی ہے۔ اپنے پرس سے رومال نکال کر اُس نے آہستگی سے خُون صاف کر کے رومال اچھی طرح تہہ کرتے ہوئے واپس بیگ میں ڈال کے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے پارکنگ سے نِکالی۔ فلحال وہ واپس گھر نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہاں ذکی کے لیئے رکھا گیا جشن اُس سے نہ دیکھا جاتا تھا، نہ برداشت ہوتا تھا۔

آفس آ کر پاور کرسی پر کام کرتے ہوئے اُس نے کچھ سوچا اور پِھر لیپ ٹاپ کھول کے تیزی سے ٹائپ کر کے پرینٹر سے نکالتے ہوئے آنکھوں کے سامنے کیا۔ دراز سے سیاہ رنگ کا لفافہ نکالا اور اُس میں کاغذ تہہ کر کے کائنات کو اندر آنے کا پیغام بھیجا۔

"جی میم؟" سب آفس والے پہلے ہی ہاتھ لگا لگا کر سب پوچھ چُکے تھے اِس لیئے کائنات نے اُسکی سنجیدگی اور پریشانی دیکھ کر پوچھنے کی کوشش نہیں کی اور ایک طرح سے سہی ہی کیا تھا۔ میڈیا جیسے اُس پر ہونے والے حملے کو اُچھل اُچھل کر ہائی لائیٹ کر رہی تھی، میزاب جانتی تھی

کہ یہ ہاشم بزنجو کا کام ہے۔ وہ کاشف بزنجو اور منظور کرامت والے معاملے کو دبانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ نیب کے سمن کی کوئی شہہ سُرخی نہیں چلائی گئی تھی۔

"یہ جان نِثار صاحب کو بھجوا دیجیئے گا۔" اُسکی بات پر کائنات نے چونکتے ہوئے لفافہ اُسکے ہاتھ سے لیا اور آفس سے باہر چلی گئی۔ پیچھے میزاب اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

رات دس بجتے ہی ہاشم بزنجو نے فون پر فون کرتے ہوئے اُسے آفس سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ذکی گھر آ چکا تھا اور ساتھ ہی مہمانوں، مُبارک سلامت دینے والوں کا بھی یقیناً تانتا بندھ گیا ہو گا۔ رونق محفل لگا کر رکھنا تو بزنجو خاندان کا پُرانا شوق تھا۔ اُسے طوعاً و کرہاً وہاں جانا ہی تھا مگر اِس سے پہلے ہسپتال جا کر ثمرہ اور عباس کی خبر لینا چاہتی تھی۔ ثمرہ سے مل کر، جان نِثار سے ملے بغیر اُسکے ٹھیک ہونے کا، مکمل ہوش میں آنے کی یقین دہانی کر کے سیدھا گھر چلی گئی اور گھر آتے ہی سب سے پہلے اُسکا سامنا زرق کمال سے ہوا۔ وہ اِتنی تھکی ہوئی تھی کہ بس سیدھا جا کر سو جانا چاہتی تھی مگر فلحال یہ ممکن نہیں تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟ میں نے سُنا آپ کے اوپر ہونے والے حملے کے بارے میں تو رہ نہیں سکا۔" اُسکی تفکر پر میزاب نے بامشکل اپنے تاثرات قابو میں رکھے۔

"جذاک اللہ! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں ذرا دادا جان سے مل لوں۔" قبل اِس کے مزید پھیلتا میزاب کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ اگر تو اِس کمینے کے خاندان سے ہاشم بزنجو کے کاروباری اور دوستانہ تعلقات نہ ہوتے تو دیکھ لیتی اِس کم بخت کو۔

"اسلام علیکم، دادا جان!" اُسکی مدھم پُکار پر ہاشم بزنجو چونک کر پلٹے اور اُنکے ساتھ کھڑے ضوریز سکندر کو صرف ایک بار دیکھ کر چونکی۔ اُس سے ہاشم بزنجو کی مُلاقات ہونا کوئی ناممکن بات نہیں تھی۔ میزاب اور باقی سب کے کاروبار کی تمام معلومات سے وہ پوری طرح باخبر تھے۔

"وعلیکم اسلام، کیسی ہو تم؟ ٹھیک ہو نہ؟" اُسکو دونوں بازوؤں سے تھام کر اُنہوں نے اِیسی پریشانی سے کہا کہ میزاب کو اپنے چہرے کی آزردگی اور تھکان چھپانی پڑی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس جان نِثار۔۔۔" آہستگی سے کہہ کر چہرہ جُھکاتے ہوئے اُس نے ضوریز سکندر کو چونکا دیا۔

"کیسی ہیں آپ، مِس میزاب؟ حادثے کا سُنا تو فوراً چلا آیا۔ ساتھ ہی آپکے بھائی کی رہائی اور صُلح پر مُبارک باد بھی قبول کریں۔" مُسکرا کر کہتے ہوئے اُس نے مُختلف رنگوں کا بُکے اُسکی

جانب بڑھایا۔ دالان میں کرسیوں پر بیٹھے لوگوں نے گردنیں پھیر پھیر کر دلچسپی سے اُن دونوں کو دیکھا۔

"یہ ذکی کو دینا چاہیئے۔" ہاتھ بڑھائے بغیر اُس نے نرمی سے لمبی میز کی کرسی پر اپنی ماں سے ناز اُٹھواتے ذکی کی جانب اِشارہ کیا۔ ایک پَل کو ضوریز سکندر کے چہرے کی مُسکراہٹ سِمٹی۔

"مائے بیڈ!" دوبارہ سے اُسی خوشدلی سے مُسکراتے ہوئے اُس نے کیک ذکی کی جانب بڑھایا جسے اُس نے دانتوں کی نمائش کرواکر تھام لیا۔

"زیبی، بیٹا! بیٹھو نہ یہاں۔" آمینہ چچی کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ اُسکے واری صدقے جاتیں۔ معلوم تھا کہ ذکی اُسکی کوششوں سے ہی باہر ہے حالانکہ جانتی نہیں تھی میزاب کا بس چلتا تو پانچ، چھ سال کے لیئے اندر کروا دیتی مگر خیر! ہم یہاں بدمزگی نہیں پھیلاتے۔

"عباس کی طبیعت کیسی ہے؟" ہاشم بزنجو نے اُسکے برابر آکر پریشانی سے پوچھا۔ وہ اُنکے لیئے کئی بار اپنی وفاداری ثابت کر چُکا تھا اور دوسری بار جان کی پرواہ کرتے ہوئے اُنکا اور اُنکے خاندان کا تحفظ کیا تھا۔ وہ اُسکے مشکور اور ممنون تھے۔

"ہوش آگیا تھا۔ آپریشن اللہ کا شُکر وقت پر ہو گیا۔" اُسکی بات پر اُنہوں نے اثبات میں سَر ہلاتے ہوئے جیب سے سیل فون نکالا۔ سامنے میڈیا والے بھی مدعو تھے اور اِس خوشی کے موقعے پر اپنے وفادار مُلازم کو نظر انداز کر کے سب کو باتیں کرنے کا موقع نہیں دے سکتے تھے۔ ہاشم بزنجو نے کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔

"چلو! کاشف ہم عباس کی عیادت کر آئیں۔" اُنکی آواز اِتنی اُونچی ضرور تھی کہ سب کی سماعتوں تک پُہنچی اور میڈیا تو بُلوایا ک

ہی اِسی مقصد کے لیئے گیا تھا۔ جو ساکھ اِن چند دِنوں میں برباد ہوئی تھی اُسکو ٹھیک بھی تو کرنا تھا اُسی میڈیا کے ذریعے جِسکا اِس خرابی میں ہاتھ تھا۔

"میزاب تم بھی چل رہی ہو نہ؟" مُدثر نے اُسکے برابر آتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں! آپ سب کو جانا چاہیئے۔" نرمی سے نفی کرتے ہوئے اُس نے ہاشم بزنجو کو ٹھٹکا دیا۔ وہ جانتے تھے میزاب کو دھچکا لگا ہے۔ پہلے بھی جب اُسکے پُرانے باڈی گارڈ پر حملہ ہوا اور پھِر موت ہوئی تھی تو میزاب نے اُس حادثے کو کتنا خود پر حاوی رکھا تھا حالانکہ وہ منظور کرامت کا خریدا ہوا مخبر تھا اور اپنے گھر جاتے ہوئے کار کریش میں اُسکی وفات ہوئی تھی مگر میزاب

اُس وفات کو حادثہ سمجھنے پر تیار نہیں تھی۔اُسکو یقین تھا کہ اُسکے مشکوک ہوتے ہی منظور کرامت نے اُسے راستے سے ہٹا دیا تھا تب سے اُس نے باڈی گارڈ نہیں رکھے۔اُسکے پچھلے چار گارڈ متواتر بکتے رہے تھے۔کوئی زخمی ہوتا تب بھی وہ خود کو اِس سب کا الزام دیتی۔

"تم کیوں نہیں جا رہی؟"رفعت شیراز کے تنکتے سوال پر اُس نے یونہی کلائی پر وقت دیکھا۔

"میں ہی جان نِثار کو ہسپتال لے کر گئی تھی اور میں ہی اُسکی دو گھنٹے کے آپریشن اور بے ہوشی کے دوران وہاں تھی۔"اُنکے چُبھتے سوال کا جواب بڑے تحمل سے آیا۔

"تم کب سے خوار ہو رہی ہو۔آرام کر لو۔"مُدثر کے کہے جانے پر بغیر کچھ کہے ہاشم بزنجو سے معذرت کر کے وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔عباس پر حملے نے اُسکے اعصاب کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔یکے بعد دیگرے ہونے والے اِن واقعات نے اُسکو چوکنا کر کے تشویش میں پہلے ہی مبتلا کرر کھا تھا۔کوئی تھا جو اُسکے خاندان اور اُسکو نقصان پہنچا کر ذلیل و رسوا کرنا چاہتا تھا مگر کون؟یہ جتنے بھی واقعات ہوئے تھے یہ عام کاروباری لڑائی یا منظور کرامت جیسے کسی دُشمن کے بس کی بات نہیں تھی۔اُسکے گرد گھیرا تنگ کیا جا رہا تھا مگر کون تھا اِتنا عیار،ذہین،پھونک

پھُونک کر قدم رکھنے والا دُشمن؟ کوئی اُسکی جڑیں کاٹ کر اُسکو پورے قد سے گرانے کے لیئے سَر دَھڑ کی بازی لگا رہا تھا۔

✓میں سازشوں میں گھِرا ایک یتیم شہزادہ

کوئی چُھپا ہوا خنجر میری تلاش میں ہے۔۔۔

"دا جی اور باقی سب والوں نے کال کر کر کے ہمیں ہلا رکھا ہے۔" اُسکو خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھتے پا کر جواد نے پھِر سے آتی رحمان بخش سنجرانی کی کال دیکھ کے سیل فون کی جلتی سکرین اُسکی جانب لہرائی۔ عباس نے چہرہ پھیر کر بے زاری سے اُسے دیکھا۔

"یا اُٹھا لے، یا کاٹ دے۔ میرا مغز مت کھانا۔" اُسکے جُھنجُھلاہٹ پر جواد جو کال اُٹھانے لگا تھا، ٹھٹک گیا۔

"کیا ہوا؟ طبیعت ٹھیک نہیں؟ زیادہ درد ہو رہا ہے؟؟" وہ یہی سمجھا۔ ظاہر ہے آپریشن کو ہوئے ابھی گھنٹے ہی کتنے ہوئے تھے۔

"کیا ٹائم ہو رہا ہے؟" اُسکی بات نظر انداز کر کے سوال کیا گیا۔

"گیارہ بج چُکے ہیں۔ شجاع کو اِتنی مشکل سے میں نے گھر بھیجا ہے۔" جواد کی بات پر اُس نے پریشانی سے چہرہ واپس پھیر لیا۔ اُسے ہوش میں آئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے اور اُس نے ایک بار بھی میزاب کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ اُسکی عیادت کے لیئے ابھی تک آئی کیوں نہیں؟

"آپ ابھی کمفرٹیبل ہیں تو آپکے مہمان آئے ہیں اُنکو بھیج دوں؟" یہ سرکاری ہسپتال نہیں تھا کہ مریض سے ملنے کا مخصوص وقت ہو۔ یہ انٹرنیشل ہاسپٹل تھا۔ وی۔آئی۔پی وارڈ میں مریض سے پوچھ کر مِلنے والے لوگوں کو اندر آنے دیا جاتا تھا۔

"اِس وقت۔۔۔" جواد نے چونک کر عباس کو دیکھا اور بات بیچ میں رہ گئی۔ وہ جِس طرح اُٹھ رہا تھا، جواد گہرا سانس لے کر آگے آیا۔ چہرے سے شدید تکلیف ظاہر ہونے کے باوجود پورا زور لگا کر اُٹھنے کی کوشش کرتے عباس نے اُسے دانت پیسنے پر مجبور کر دیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو چُکا ہے۔" جواد نے آگے بڑھ کر تکیئے اُسکی کمر کے پیچھے احتیاط سے رکھتے ہوئے اُسے ٹیک لگا کر بیٹھنے میں مدد دی تبھی دروازہ کھلا اور اندر آتے ہاشم، کاشف بزنجو اور مُدثر شیراز کو دیکھ کر جہاں جواد کا حلق تک کڑوا ہوا وہیں عباس نے بامشکل اپنے چہرے کے ناگوار تاثرات سنبھالے۔

Clubb of Quality Content

"کیسے ہو بیٹا؟" ہاشم بزنجو نے آگے بڑھ کر اُسکا جیسے ہی کندھا تھاما، عباس نے لَب بھینچ کر بڑی دِقت سے سَر ہلایا۔اِس تکلیف دہ وقت میں کم اَز کم عباس جان نِثار اِن لوگوں کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اِن لوگوں کا مُنتظر نہیں تھا۔اِنکی وجہ سے تو نہیں سُکڑ کر پھیلتے دِل کے ساتھ اِتنی تکلیف سے بیٹھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں؟ آپ کو زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" اُسکی ضبط بھَری، سخت آواز اور کسی نے محسوس کی ہو یا نہ ہو جواد نے کرلی تھی اور سُن رہ گیا۔ اُس نے پہلی بار عباس جان نِثار کو اُن دشمنوں کے سامنے دیکھا جِن کے ہاتھ اُسکے والدین کے خون سے رنگے ہوئے تھے۔ وہ اُسکے خاندان کی دُشمنی میں ہر حد پار کر چکے تھے۔ اُسے خود پر بے حد ندامت ہوئی، وہ عباس کو کیا کچھ نہیں میزاب کے ضمن میں کہتا رہا۔ کیا عباس جان نِثار سے زیادہ مشکل، دُکھ، نفرت، تکلیف اور اذیت میں کوئی ہو سکتا تھا؟ جو دُشمنوں کے گڑھ میں رہتے ہوئے دِن رات اُنکی شکلیں دیکھتے رہنے پر مجبور تھا۔ اِنتقام کا چکر اُسکے ضبط اور صبر کا کتنا شدید امتحان لے رہا تھا۔ جواد کیوں نہیں جان سکا۔۔۔

"زحمت کیسی؟ تم نے ہمارے ساتھ ہر بار کی طرح وفاداری دِکھائی ہے۔ ہماری بیٹی کو بچایا ہے۔ تمہارا ہم پر احسان ہے۔" اُنکے ممنون لہجے پر عباس نے بہت دِقت سے مُسکرانے کی کوشش کی مگر وہ نہیں مُسکرا سکا۔

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ باس کی حفاظت کرنا میرا فرض، میری ڈیوٹی ہے۔" ہاتھ سے ہو کر گردن تک جاتے سیاہ سِلینگ کے باوجود اُسکے لہجے میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ کچھ دیر پہلے اُٹھنے کی کوشش میں تکلیف سے ہلکان ہوتا چہرہ کہیں بھی نہیں تھا۔

"تم نہیں جانتے کہ تم نے ہم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔" ہاشم بزنجو کی بات میں کچھ اِیسا تھا کہ عباس نے جہاں چہرہ پھیر کے بغور اُنکو دیکھا، جواد ٹھٹک گیا۔

"تم بِکے نہیں ہو۔ تم نے وفاداری ثابت کی ہے تو بتاؤ، تمہیں کیا چاہیئے؟" اُنکی اگلی بات پر عباس کا چہرہ سُرخ ہوا۔ اِس آدمی سے تمغہ لینے کے لیئے اگر اُس نے کچھ بھی کیا ہوتا تو ابھی خود کو زمین میں دفن کر لیتا۔

"مجھے کچھ چاہیئے ہوا تو میرے بازوؤں میں اِتنی طاقت ہے ہاشم صاحب کے خود حاصل کر سکوں مگر مجھے فلحال کچھ نہیں چاہیئے۔" اُسکے دوٹوک جواب پر لمحے بھَر کو بزنجو خاندان کے وہ

تینوں افراد دَنگ ہوئے۔مُد ثر اور کاشف بزنجو نے ایک دوسرے کو دیکھ کر ہاشم بزنجو کو دیکھا جو چونکتے ہوئے بغور عباس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ رہے تھے۔

"تم وفادار ہونے کے ساتھ ساتھ غیرت مند بھی ہو۔" اُنکی ستائش پر عباس نے کچھ کہا نہیں البتہ جواد بغور اُسکی بے زاری اور کوفت کو دیکھ رہا تھا۔

"ہم حملہ کرنے والے کو چھوڑیں گے نہیں۔" کاشف بزنجو کے بات میں حصّہ لینے پر اُس اثبات میں سَر ہلایا۔

"لیکن اِس سے آپکے کاروباری معاملات خراب ہو جائیں گے۔" اُس نے کاشف بزنجو کو کہتے ہوئے چوکنا کر دیا۔

"کیوں؟ کس نے حملہ کیا تھا؟" سوال ہاشم بزنجو کی جانب سے آیا۔

"اِنکے کاروباری شراکت دار، منظور کرامت۔" عباس کی بات پر کاشف بزنجو کا جہاں طیش سے چہرہ سُرخ ہوا وہیں ہاشم بزنجو نے سنجیدگی سے چہرہ پھیر کر برابر کھڑے بیٹے کو دیکھا جنھوں نے نظریں پھیر لیں تھیں۔

Clubb of Quality Content

"تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔ زیبی بہت پریشان ہے تمہارے لیئے۔" مُدثر کی بات پر اُس کے چہرے کے سارے سخت اور کھچے تاثرات جِس طرح نرم مُلائم ہوئے، جواد نے تھکتا سانس لیا۔ اُسکا دوست کا اَب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

"ہم نے زیبی کو کہا آنے کے لیئے مگر اُس نے کہا میں ہی وہاں تھی عباس کے ہوش میں آنے تک۔ اَب آپ لوگ جائیں۔" مُدثر نے تاک کر اُسکے نرم تاثرات پر حملہ کیا اور اُسکے عین مطابق عباس کا چہرہ فوراً سنجیدگی میں ڈھل گیا۔

"اُنکا اکیلے گھر سے باہر کہیں بھی نکلنا مُناسب نہیں ہے۔ میں کل تک اِنشاءاللہ ڈسچارج ہو جاؤں گا۔" مُدثر کے بجائے اُس نے ہاشم بزنجو کو کہتے ہوئے حیران کر دیا۔ اُنہوں نے بغور اُسکے زرد چہرے کو دیکھا۔ بازو اور گردن میں موجود 'آرم سِلینگ شولڈر' لگا اِس بات کی طرف اِشارہ تھا کہ وہ چند مہینے تک اپنا ہاتھ نہیں ہلا سکتا۔

"تمہیں ڈاکٹر نے چار سے چھ ہفتے کا ریسٹ کہا ہے۔" جواد اِس سے زیادہ خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ اُس سنجیدہ، تپتی آواز پر اُن تینوں مردوں نے چہرہ پھیر کر دیکھا جہاں ایف-آئی-اے کی وردی میں پولیس اہلکار کھڑا تھا۔

"ارے ڈی-ایس-پی صاحب! آپ یہاں؟"مُدثر نے سب سے پہلے اُسے پہچانا۔

"یہ میرا بہترین دوست ہے، جوادار مغان۔"عباس کے تعارف پر ہاشم بزنجو نے اُسکی جانب ہاتھ بڑھایا جسے بڑے تکلف سے جواد نے تھاما۔

"ناناجان! جب آپکو گولی لگی تھی اِنہوں نے ہی بیان لیا تھااور حملہ آور کو جیل کروائی تھی۔" مُدثر کی مزید وضاحت پر کاشف بزنجو بھی اُسکی جانب بڑھے۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ۔"اُنکا بڑھا ہاتھ بھی اُسی تکلف سے تھاما گیا۔

"یہ میرا فرض تھا۔"اُنکا ہاتھ چھوڑ کر اُس نے وہی لگا بندھا جملہ کہا۔

"اَب ہمیں اِجازت دو اور تم ایک مہینے کا آف لے رہے ہو۔"ہاشم بزنجو نے اُسے اطلاع نہیں دی، اپنا حکم سُنایا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور اَب بھی باس کی حفاظت کر سکتا ہوں۔"اُسکی سنجیدگی پر مُدثر نے چونک کر اُس شخص کو دیکھا جِس پر میزابِ رحمت ضرورت سے زیادہ مہربان رہتی تھی۔

"تم تو کر سکتے ہو مگر میزاب کبھی نہیں مانے گی۔"ہاشم بزنجو کی مدہم بات پر عباس نے پہلی بار اُنکو فرصت سے دیکھا۔

"میں اُن سے بات کرلوں گا۔ میرا ایک جاننے والا، ریٹائرڈ کمانڈو ہے دو، تین دِن میں باس کے لیئے اُسکو بھیجنا چاہتا ہوں۔ وہ میرے بھروسے کا آدمی ہے۔" اُسکی اگلی بات پر ہاشم بزنجو نے اثبات میں سَر ہلایا۔ جانتے تھے کہ پہلے عباس بھی اُسی اِدارے سے مُنسلک تھا۔

"ٹھیک ہے! اُسکی فائل بھجوادینا اُسی کے ہاتھوں۔" اُسکا کندھا تھپ کر کہتے ہوئے وہ پلٹے اور اُنکے ساتھ ہی کاشف اور مُدثر بھی اُسے الوداعی کلمات کہہ کر کمرے سے باہر نِکل گئے۔ اُنکے جاتے ہی جواد نے گہرا سانس لے کر کھڑکیاں کھول دیں۔

"کیسے سانس لے رہے ہو تم اِس زہر آلود فضا میں؟" چہرہ پھیر کر جواد نے اُس سے سوال کیا جو بے دلی سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"اُس زہر آلود فضا میں رہنا اِنتہائی مشکل تھا، جواد لیکن پھر مُجھ پر اچانک کوئی خوشبودار رَوزَن کھل گیا۔ اَب سانس لینا بہت آسان ہے میرے لیئے۔" اُسکی گہری بات بہت سے معنی لیئے ہوئے تھی۔

Clubb of Quality Content

"کہیں تم اُسی رَوزَن کی بات تو نہیں کر رہے جِس کے لیئے زخمی ہوئے ہو اور ابھی تکلیف کے باوجود مُشقت کر کے اُٹھ رہے تھے؟" جواد کا لہجہ پھر سے طنزیہ ہو گیا جبکہ عباس نے جِس طرح اُسکی جانب سے چہرہ پھیرا، وہ بھونچکا رہ گیا۔

"تمہیں معلوم ہے نہ تم کس سمت جا رہے ہو؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جواد کے سوال پر اُس نے سَر تکیئے پر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔

"تم گھر جاؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" تصدیق یا نفی کے بغیر کہتے ہوئے اُس نے جواد کو پیر پٹخنے پر مجبور کر دیا۔ بغیر کچھ کہے وہ تپ کر باہر نکل گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر عباس نے آہستگی سے آنکھیں کھول کر سائیڈ ٹیبل سے سیل فون اُٹھا کر آنکھوں کے سامنے کیا جہاں گھر سے بہت سی کالز آئی ہوئی تھیں۔ اُن سب سے اُسکا اِرادہ اَب صُبح بات کرنے کا ہی تھا لیکن سکرین پر وہ نام نہ کال لاگ میں اُبھرا، نہ واٹس ایپ پر جِس کے لیئے اُس نے سیل فون اُٹھایا تھا۔ بے دلی سے سیل واپس رکھ کے اُس نے ٹیک لگا لی۔ بازو میں تکلیف تھی مگر اُسکی سوچیں کہیں اور بھٹک رہی تھیں۔ اُن بھٹکتی سوچوں کا محور میزابِ رحمت تھی۔

وہ اُسے فرصت سے سوچ رہا تھا۔ گولی لگنے سے پہلے اُسکا چہرہ عباس جان نِثار کی آنکھوں کے کس قدر قریب تھا کہ اَب بھی آنکھیں بند کرتے ہی اُسکا بے رِیا، دلکش چہرہ کیسے حق سے اُسکی سوچوں، اُسکے دِل تک رسائی حاصل کرکے اپنا تسلُط جمانے لگا۔

"یاد رکھنا! دُشمن کی عورت دُشمن کی ہی رہے گی۔" خُوش کن کیفیت، دلکش خوابوں نے رحمان بخش سنجرانی کی بہت کچھ باور کرواتی سنجیدہ آواز پر اپنے پَر سمیٹ لیئے۔ تب اُس نے کیسے زُعم سے نظریں پھیریں تھیں اور اَب۔۔۔؟ وہ اِتنی آسانی سے کیسے زیر ہو کر چاروں شانے چِت ہو گیا؟ جو خود کو بہت ناقابلِ رسائی سمجھتا تھا کیسے ایک نگاہ نے اُسکے سارے اندازوں اور اِرادوں پر پانی پھیر دیا تھا تبھی پِھر سے سیل فون کی بجتی بیل پر اُس نے سکرین دیکھے بغیر تیزی سے اُٹھالیا۔

"باس! آپ ٹھیک ہیں؟" اُسکی آواز کی بے چینی دوسری جانب موجود رحمان بخش سنجرانی سے چُھپی نہیں رہ سکی۔ وہ اُنکے ہاتھوں کا پلا بچہ تھا۔

"کیسے نہیں ٹھیک ہو گی۔ اُسکے حصّے کی گولیاں تو تم نے کھائی ہیں۔" چند پَل کی خاموشی کے بعد جو دوسری جانب سے کہا گیا اُس پر عباس کا چہرہ پھیکا پڑا۔

"اِس لیئے ہمیں نظرانداز کر رہے ہو کہ ہم کہیں تم سے باز پُرس نہ کریں۔ تم سے جواب نہ مانگ لیں؟"اُنکے سوالات خود سے نظریں چُرا لینے پر مجبور کر دینے والے تھے۔

"میں جانتا ہوں تم یہاں سے روانگی کے وقت کہی جانے والی میری بات نہیں بھولے ہو مگر مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی، عباس۔ تم۔۔۔ بڑے مقاصد کے لیئے پَل کر جوان ہوئے تھے۔"وہ غصّے میں نہیں تھے مگر اُنکی آواز میں بہت اُداسی تھی جو عباس کے دِل کو جھکڑ رہی تھی۔

"میں جِس مقصد کے لیئے پَل کر جوان ہوا ہوں اُسے پورا کیئے بغیر اگر واپس آیا تو میرے مُنہ پر تھُوک دیجیئے گا۔"وہ جب بولا تو لہجہ وہی عَظم لیئے ہوئے تھا جو روانگی کے وقت اُنہوں نے محسوس کر کے طمانیت کی سانس لی تھی۔

"تم فریب میں مبتلا ہو چکے ہو، عباس۔ محبتِ سے بڑا فریب اِس دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔" اُنکی اگلی بات پر عباس جان نِثار کے گلے میں گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی۔ دِل کی دھڑکنیں کہیں اندر مد غم ہو گئیں۔ محبتِ کا ذکر اُسکے سامنے، اُسکی ذات کے ساتھ پہلی بار آیا تھا۔

"آ۔۔۔آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" کمزور احتجاج پر دوسری جانب ہال کی مخصوص سربراہی نشست پر بیٹھے رحمان بخش سنجرانی ہنس دیئے۔

"تمہارا لہجہ تو کوئی اور ہی کہانی سُنا رہا ہے۔" اُنکی بات پر عباس نے بے چینی سے چہرہ پھیرا۔

"بڑا عیار اور چال باز ہے بزنجو خاندان۔اِس بار پھر بڑا گہرا اور مُہلک وار کر دیا ہے۔کیا قسمت پائی ہے کہ بے خبری میں بھی نشانہ خطا نہیں ہوتا۔" اُس بات پر عباس کا چہرہ سُرخ ہوا۔وہ بات کو غلط سمت لے کر جا رہے تھے۔

"آپ اِتنی جلدی رائے قائم کرنے میں مت لگائیں۔" اُس نے بامشکل لہجہ سنبھال کر رکھا۔

"کیسے نہ لگاؤں۔میری فوج کا سالار زخمی ہو گیا ہے،عباس۔میں نے تمہارے مزاج کو جانتے ہوئے بھی تمہیں جنگ پر بھیج کے اچھا نہیں کیا۔" وہ اپنے فیصلے پر پشیمان عباس کو عجیب سے احساسات سے دوچار کر گئے۔یہ پہلی بار تھا جو رحمان بخش سنجرانی اُس سے مایوس نظر آ رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں ہمیشہ تمہاری نرم دِلی، عزت دینے اور جان قربان کر دینے کے عَظم سے ڈرتا تھا اور دیکھو اُس ڈر نے آج کیسا دِن دِکھایا ہے ہمیں۔" اُنکے دِل کا دُکھ عباس کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا تبھی اُسی سے کھل کر کہہ رہے تھے جو اُنہیں سمجھتا تھا۔

"آپ مجھے بُزدل، کم ہمت اور کمزور سمجھ رہے ہیں نہ؟" اُسکے سوال میں بچوں جیسی خفگی تھی۔ رحمان بخش سنجرانی تکلیف کے باوجود مُسکرا دیئے۔

"عزت، احترام کرنے والا اور محبت میں گرفتار ہو جانے والا شخص کمزور نہیں ہوتا عباس۔ میں یہ جُرات کیسے کر سکتا ہوں۔" اُس اگلی بات پر عباس کا دِل یوں دھڑک اُٹھا گویا پسلیاں توڑ کر باہر نِکل آئے گا۔ اُسے یوں محسوس ہونے لگا رحمان بخش سنجرانی نے اُسکے سامنے صاف شفاف آئینہ رکھ دیا تھا۔

✓ بڑوں پر مُنکشف تھی سہل انگاری ہماری

ہمیں اَجداد کہتے تھے تمہارا کیا بنے گا۔۔۔

اور جب رحمان بخش سنجرانی نے رابطہ مُنقطع کیا، عباس جان نِثار کے دِل پر منوں بوجھ آ گرا کیونکہ اعتراف ہو چُکا تھا کہ عباس جان نِثار کو دُشمنوں کی بیٹی، میزابِ رحمت سے محبت ہو چکی

ہے۔اُسے معلوم تھا کہ دَاجی اُس سے شدید ناراض ہو چُکے ہیں کیونکہ ایک وہی تھے جنہوں نے اُسے بہت پہلے ہی انجام سے خبردار کیا تھا۔اُنکی ناراضگی کا بوجھ اُس اعتراف کی مُشقت سے بھی کہیں بھاری اور جان لیوا تھا۔

✓بہشت چھین کر ہمیں سکھایا گیا

منع کیئے گئے پیڑوں کے پھل نہیں کھاتے۔۔۔

اگلے دِن وہ حسبِ معمول تیار سی آفس جانے کے لیئے جیسے ہی نکلنے لگی، ہاشم بزنجو نے اُسکو نئے گارڈ کا بتاتے ہوئے سنجیدہ کر دیا۔

"مجھے کسی گارڈ کی ضرورت نہیں۔" نرمی سے کہہ کر وہ باہر نِکل گئی۔اُسکو بہت سے کام تھے جِن میں صفِ اول الرحمت کے اخراجات کی رپورٹ تیار کرنی تھی۔اِس کام میں اُسے کئی گھنٹے لگ گئے کچھ ہی دیر بعد کائنات تیزی سے دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آئی۔

"میم! ایمر جنسی۔"اُس نے کائنات کو منع کیا تھا کہ فلحال کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے جب تک خود نہ کہے تبھی چونک کر سیدھی ہوئی۔ کائنات اپنا ہاتھ میں تھام رکھا آئی-پیڈ لے کر تیزی سے اُس تک آئی۔ میزاب نے لے کر اپنے سامنے کیا جہاں خبریں چل رہی تھیں۔

"کاروباری حلقے میں ایک اور سنسنی خیز خبر دیتے چلیں آپ کو کہ کاشف بزنجو کو آج نیب کی جانب سے سمن بھجوایا گیا ہے۔جی ہاں، ناظرین! ہمیں ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ یہ سمن اُنکی منظور کرامت کے ساتھ کروڑوں کے غیر قانونی پیسوں اور غبن کا معاملے کے ساتھ اسلحے کی سمگلنگ کا ہے۔"اینکر کی چنگھاڑتی بات پر میزاب نے آئی-پیڈ ٹیبل پر رکھ کر اپنا سَر ہاتھوں میں گرالیا۔اینکر کی آواز ابھی بھی آفس کی خاموش ماحول کو توڑ رہی تھی۔

"آپ کو بتاتے چلیں کے منظور کرامت اور بزنجو خاندان کے درمیان کی دُشمنی بزنس سرکل میں کوئی ڈھکی چُھپی بات نہیں جبکہ اِس کاروباری غیر قانونی تعاون اور شراکت پر بہت سے منفی اثرات دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ بزنجو انڈسٹریز کے باہر کارکنوں کا احتجاج زور پکڑنے لگا ہے توقع ہے کہ جلد ہڑتال ہو جائے گی۔"میزاب ٹیبل پر ہاتھ مار کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"مُدثر شیر ازاور ذکی کاشف بزنجو کا معاملہ ابھی کوئی اِتنا پُرانا یقیناً نہیں ہوا۔چیئر ویمن میزابِ رحمت کی تاحال خاموشی اور جانبداری معاملے کی سنگینی میں اضافہ کر سکتی ہے۔"چلتی سکرین کو چھو کر ساکن کرتے ہوئے اُس نے آئی-پیڈ کائنات کو پکڑا کر جانے کا کہہ کے سیل فون سے ایڈوکیٹ شوکت کو کال مِلائی۔

"آپ چاچو کی قبل اَز گرفتاری ضمانت جلد سے جلد کروائیں میں ہڑتال اور احتجاج کو سنبھال لوں گی۔"شوکت صاحب جو دوسری طرف خود پریشان ہاشم بزنجو کے سامنے بیٹھے تھے، چونک کر سیدھے ہوئے۔

"میں کرواتا ہوں۔"کہہ کر اُنہوں نے کال مُنقطع کر دی جبکہ میزاب نے گھڑی پر وقت دیکھا جہاں دوپہر کے تین بج رہے تھے تبھی دھیان کے دھارے کہیں اور بہنے لگے تو سَر جھٹک کر بیگ اُٹھاتے ہوئے آفس سے باہر نکل گئی اور سیل فون نکال کر کائنات کو میسج کیا:

"کل والا اِنولیپ عباس جان نِثار کو فوروڈ کر دیں۔"میسج بھیج کے وہ لفٹ میں داخل ہو گئی۔ جِس وقت میزاب نے فیکٹری میں قدم رکھا اُسی وقت کائنات اُس ہسپتال میں داخل ہوئی جہاں عباس ایڈمٹ تھا۔تمام آفس ورکرز اور سیکورٹی اسٹاف، چیف کی عیادت کر چُکے تھے

صرف کائنات ہی رہتی تھی۔نرس نے عباس کو جیسے ہی اطلاع دی اُس نے اپنا ہاتھ جواد کی جانب بڑھایا۔دانت کچکچا کر جواد نے اُسکو دیکھا جو صُبح سے ہزاروں لوگوں سے ملتے ہوئے بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا اور اَب سہی سے اُٹھ کر بیٹھنا چاہتا تھا۔

"میری شرٹ کے بٹن بھی بند کر دے۔"تکیئے کے سہارے سہی سے بیٹھتے ہوئے اُس نے ماتھے پر آئے بال بامشکل پیچھے کر کے جواد کو نئی ہدایت دی۔

"تمہاری بیوی نہیں ہوں میں۔"جواد نے اُسکے گریبان کے بٹن بن کرتے ہوئے تلملا کر کہا۔

"میرا اِتنا بُرا اِنتخاب نہیں ہو سکتا۔"عباس بھی اُسے تپانے سے پیچھے نہیں رہا جبکہ جواد اُسکے چہرے کی لوٹ آتی رونق اور تازگی کو دیکھ کر رہ گیا۔کل سے اَب تک عجیب مُضمحل اور بے دِل نظر آتے دوست کی آنکھوں میں یک دَم روشنیاں سی اُتر آئی تھیں۔جواد گہرا سانس لے کر کھڑکی کے پاس پڑے صوفے پر بیٹھ گیا تبھی دروازہ کھلا اور کائنات اندر داخل ہوئی۔ اُسکو دیکھ کر جہاں عباس کا چہرہ پھیکا پڑا وہیں جواد نفی میں سَر ہلا کر سیل فون کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"اسلام علیکم، سَر! کیسے ہیں اَب آپ؟"کائنات مُسکرا کر آگے آئی اور بُکے اُسکی جانب بڑھانے کے بجائے پاؤں کے پاس رکھے ٹیبل پر موجود لاتعداد پھولوں کے گلدستوں کے پاس رکھ دیا۔یقیناً اُسکو کل سے لاتعداد لوگ مِلنے آچکے تھے تبھی پورا کمرہ پھولوں اور فروٹس کی باسکٹ سے بھَرا پڑا تھا۔

"وعلیکم اسلام! اللہ کا شُکر۔"اُسکا انداز وہی تکلف بھَرا تھا۔

"آپ کب تک ڈسچارج ہوں گے؟"کائنات کے اگلے سوال پر عباس نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"اِنشاءاللہ کچھ دِن میں۔باس کیسی ہیں؟"وہ اِس سوال سے خود کو مزید نہیں روک سکتا تھا۔

"وہ ابھی ابھی فیکٹری کے لیئے نِکلی ہیں پھِر سے اُن پر عذاب اُتر آیا ہے۔چین تو اُنہیں کوئی لینے ہی نہیں دیتا۔"کائنات تو پہلے ہی بھَری بیٹھی تھی۔عباس فوراً ٹیک چھوڑ کر آگے ہوا۔اِیسا کرنے میں کندھے میں درد کی لہر اُٹھی۔

"سب خیریت ہے؟"وہ اپنے چہرے کا اضطراب بامشکل دبائے ہوئے تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جی! اُنکے چچا کو نیب کا سَمن آیا ہے۔ بڑے حالات خراب ہو گئے ہیں فیکٹری کے۔" اُسکی مزید معلومات پر جواد اور عباس نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"آپ کو یہ سب کس نے بتایا؟" جواد کے سوال پر کائنات نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ اُسے معلوم ہی نہیں تھا کہ وہاں کوئی اور بھی بیٹھا ہوا ہے۔

"آپ خبریں نہیں دیکھتے؟" اُسکے جواب کے بجائے تڑختے سوال پر جواد ناگواری سے اُسے نظرانداز کر کے پھر سے سیل فون کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"وہ بہت مصروف ہیں۔ فیکٹری میں ہڑتال اور احتجاج کی وجہ سے۔ یہ اُنہوں نے کہا تھا کہ آپ کو دے دوں۔" کائنات نے بیگ سے سفید رنگ کا لفافہ نکال کر عباس کی جانب بڑھایا جسے اُس نے ٹھٹک کے تیزی سے تھام لیا۔

"اللہ پاک آپ کو شفا دے۔ میں چلتی ہوں۔" کائنات کی بات پر اُس نے ہرگز دھیان نہیں دیا۔ وہ پوری توجہ سے لفافہ ہاتھ میں لیئے کھول رہا تھا۔ اُس لڑکی کے جاتے ہی طاری ہوتی خاموشی کا وقفہ طویل ہوتا محسوس کر کے جواد نے ناسمجھی سے سَر اُٹھایا اور عباس کے چہرے پر جو تاثرات تھے اُس نے جواد ارمغان کو صوفے سے اُٹھ کر اُس تک آنے پر مجبور کر دیا۔

"کیا ہوا، عباس؟" اُسکی آواز عباس تک نہیں گئی۔ وہ یونہی تحیر اور بے یقینی سے سفید کاغذ پر لکھے الفاظ دیکھ رہا تھا۔

"عباس! تم ٹھیک ہے؟" وہ تاثر اِیسا تھا کہ جواد کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔ عباس کو اپنے جذبات اور اُنکی عکاسی پر مکمل اِختیار حاصل تھا مگر اِس وقت اُسکے چہرے کے اُڑتے رنگ، بے یقینی اور صدمہ کوئی اور ہی کہانی سُنا رہے تھے۔

"کیا ہے اِس میں؟" جواد نے تیزی سے اُسکے ہاتھ سے کاغذ لیا مگر عباس نے کوئی مذمت نہیں کی جیسے ہی جواد نے وہ لیٹر پڑھا اُس نے بے یقین سے عباس کو دیکھا اور پھر اُسکا چھت پھاڑ قہقہ پورے کمرے میں گونج اُٹھا۔

"تمہیں تمہاری باس نے نوکری سے نکال دیا ہے۔" جواد کے خطرناک قہقے پر عباس نے چونکے بغیر سَر اُٹھا کر اُسے جِن نظروں سے دیکھا، اُسکا قہقہ تھما۔ کاغذ بستر پر رکھ کے تیزی سے چند قدم پیچھے ہوا۔

Clubb of Quality Content

"مطلب سیر ئیسلی! تمہاری باس نے تمہیں ٹرمینیٹ کر دیا حالانکہ تمہیں تو بہادری کے تمغے پہنانے چاہیئے تھے۔"جواد کا مسخرہ پن اُسکے پہلے سے ششدر دِل کو بھالے کی طرح لگا۔ تبھی وہ ایک ہاتھ سے کمبل پرے پھینک کر بستر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اے عباس! مزاق کر رہا تھا، یار۔"اُسکو جوتے پہنتے دیکھ کر جواد تیزی سے اُس تک آیا۔

"چابی پکڑ اور میرے ساتھ چل۔"عباس کی اگلی بات پر جواد نے اُسکی نظروں کے تعاقب میں گاڑی کی چابیوں کو دیکھا۔

"کہاں جانا ہے؟"اُسکا لہجہ مدہم ہوا۔ ساری شوخی اور شرارت عباس کی آنکھوں کی سنجیدگی نے بھک سے اُڑا دی۔

"بزنجو انڈسٹریز!"اُسکی اگلی بات پر جواد نے اُسے اِیسے دیکھا جیسے اُسکی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"تمہارا دماغ تو دُرست ہے؟ تم اگلے پورے ہفتے۔۔۔"جواد کی بات بیچ میں ہی رہ گئی کیونکہ وہ بائیں ہاتھ سے چابی اُٹھا کر تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا۔

"عباس!"وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تب جواد صدمے سے باہر بھاگا۔

"کہاں جا رہا ہے؟"

"یار! رُک تو سہی۔" اُسکی پُکار کو نظرانداز کر کے عباس وی-آئی-پی وارڈ سے نکل کر شیشے کے ایگزیکٹ گیٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"اُوئے میرے بھائی! رُک، میں لے چلتا ہوں۔" اُسکی بات پر عباس نے ٹھہرے بغیر پلٹ کر چابی اُسکی جانب اُچھالی جسے ہونق ہوتے جواد نے بروقت کیچ کر لی۔

"مجھے تو لگا تھا کل دا.جی کی کال کے بعد تیرا دماغ کسی حد تک ٹھیک ہو چُکا ہو گا۔" گاڑی ڈرائیو کرتے جواد نے چہرہ پھیر کر عباس کے بے چین تاثرات دیکھ کر کہا۔

"پلیز، جواد! ابھی نہیں۔" اُسکے التجائیہ لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ جواد ساکن ہو گیا اور پھِر باقی کا سفر خاموشی میں طے ہوا۔ کچھ دیر بعد سامنے نظر آتے بزنجوانڈسٹریل ایریا کو دیکھ کر دونوں کے چہروں پر پتھروں جیسی سنجیدگی چھا گئی۔ پھاٹک کے پاس گاڑی رُکتے ہی عباس نے شیشہ نیچے کیا۔

"اسلام علیکم، ذاکر بھائی! باس یہاں آئی ہیں؟" دُور دُور کوئی رش نہ دیکھ کر اُس نے کیبن میں کھڑے گارڈ کو مخاطب کیا جو اُسے دیکھ کر فوراً کھڑکی تک آیا۔

"ارے عباس بھائی! نہیں۔ میڈم دوسری فیکڑی میں ہوں گی۔" وہ جو عباس سے اُسکی خیریت پوچھنے لگا تھا اُسکی بے چینی اور عُجلت محسوس کر کے اِرادہ ترک کر دیا۔

"بہت جذاک اللہ!" نرمی سے کہہ کر اُس نے جواد کو گاڑی ریورس کرنے کا کہا اور پھِر دوسری فیکٹری کیا، تیسری اور چوتھی تک میں معلوم کر لیا۔

"وہ تو جی مین روڈ پر احتجاج ہو رہا ہے، کئی گھنٹوں سے وہیں ہیں۔" ایک ورکر کی اطلاع پر عباس گاڑی سے اُتر کر پیدل ہی تیز قدموں سے دُور آخری فیکٹری کے قریب موجود مین سڑک کی جانب بڑھ رہا تھا۔ جواد نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے گہرا سانس لیا۔ اُسے یہیں رہ کر عباس کا اِنتظار کرنا تھا۔ وہ اُسے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ ابھی اُسکو سمجھانا ناممکن تھا۔ ویسے بھی جواد جانتا تھا کہ اُنکی جتن ٹف ٹریننگ اور روٹین ہے اُس میں دو گولیاں عباس کے لیئے کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ وہ اِس سے ابتر حالت میں سروائیو کر چُکا تھا مگر پھِر بھی جواد اَرمغان کو لمحہ بہ لمحہ اپنی نظروں سے دُور بہت دُور ہوتے عباس کی بہت فکر تھی۔

"اُسکی فکر سے باخبر عباس نے مین روڈ پر آ کر پریشانی سے اِرد گرد دیکھا جہاں لوگوں کا جم غفیر، بھاگ دوڑ، شور شرابے نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔ احتجاج کرنے والے سُرخ پٹیاں

سَر پر باندھے مائیکروفون کی مدد سے احتجاج کر رہے تھے اِسی لیئے کان پڑی آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی تبھی سیاہ رنگ کی گاڑیوں کے سائرن سُنائی دیئے۔ احتجاج روک کر سب نے وہاں دیکھا جہاں سے سیاہ وردی میں ملبوس اہلکار ہاتھوں میں شیلنگ والی گنز لیئے اُتر رہے تھے۔ وہ یقیناً ہجوم کو مُنتشر کرنے کو بھیجے گئے تھے۔ عباس نے بے چینی سے آگے بڑھ کر دیکھا مگر اُسکو وہ چہرہ نظر نہیں آیا جسکو تلاش رہا تھا اُسی لمحے ہجوم شیلنگ اور حملے سے مُنتشر ہوا۔ کئی لوگ زخمی ہونے لگے۔ مٹی اور شیلنگ کے دُھویں سے کچھ دِکھائی، سُجھائی نہیں دے رہا تھا تبھی دو لوگ اُسکی نظروں کے سامنے سے ہٹے اور عباس کو ایک اُدھیڑ عمر، زخمی شخص کو بیٹھنے میں مدد دے کر اُسکی مرہم پٹی کرتی ہوئی میزابِ رحمت نظر آئی۔ وہی جِسکی عباس جان نِثار کی آنکھوں کو تلاش تھی۔ جستجو تمام ہو گئی۔ بزرگ شخص کو اندر فیکٹری میں ورکر کے ساتھ جانے کا کہہ کر وہ باقی زخموں لوگوں کو سہارا دیتے ہوئے بھاگم بھاگ اندر لے جانے لگی۔ عباس وہیں جم کر ساکن کھڑا اُسے دیکھے گیا جسے اپنے اِرد گرد برپا ہوتی قیامت کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ جو خود سے غافل دوسروں کی فکر کرتی ہوئی یہاں سے وہاں مدد کو بھاگ رہی تھی۔ وہ یونہی ٹھہرا رہتا اگر جو ایک نقاب پوش کو کسی شخص کو دھکا دیتا نہ دیکھ لیتا۔

میزاب تیزی سے اُس نقاب پوش کو پرے دھکیل کر اُس نوجوان لڑکے کے سامنے آئی تو

عباس جان نثار کو اپنی تکلیف بُھلا کے اُس جانب بھاگ کر جانا پڑا۔ قبل اِس کے وہ آدمی ہاتھ میں تھام رکھا لوہے کا بیس بال میزاب کے سَر پر دے مارتا، عباس نے بائیں بازو سے بیس بال ایک جھٹکے سے لے کر پوری قوت سے گُھما کے اُسکی ٹانگوں پر مارتے ہوئے اُسے چیخنے، چلانے پر مجبور کر دیا۔ بوکھلاتی میزاب تیزی سے پیچھے ہوئی۔ وہ لڑکا اپنی جان بچانے کو کب کا بھاگ چُکا تھا۔ اُس نقاب پوش کے گرتے ہی اُسکے سامنے کھڑا شخص پلٹا اور اُس میدانِ جنگ بنے مٹی اور دُھویں سے اَٹی زمین پر ساری بھاگ دوڑ، چیخ وپُکار، شیلنگ کی بُو، اُڑتی دُھول سب کچھ معدوم ہو کر اپنی حیثیت کھو بیٹھے۔ یوں لگا میدانِ جنگ میں کسی نے جنگ بندی کا تبل بجا دیا ہو۔ سفید کبوتر فضا میں اُڑ کر اَمن قائم ہونے کی نوید دینے لگے۔ ساکت، جامد، ششدر پھیلی سُرمائی آنکھوں نے لرزتے دِل سے سامنے کھڑے شخص کو اپنی جانب ہر فاصلہ مِٹا کر بڑھتے دیکھا۔ وہی شخص جسکے گردن سے دائیں بازو تک سیاہ رنگ کی سِلینگ لگی ہوئی تھی اور سفید قمیض کی دھاریوں سے پھیلتا خُون یہ اعلان کر رہا تھا کہ جنگ بندی زخمی سالار کی وجہ سے ہوئی ہے۔

"آپ۔۔۔ ٹھیک ہیں؟" قریب پُہنچ کر عباس اُسکے اور تپش پھیلاتے سورج کے بیچ میں آ گیا۔ سُرمائی آنکھوں کی پلکیں سُکیڑ کر دیکھنے والی تکلیف تمام ہو گئی۔

"ت۔۔۔تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" صرف ایک پَل کو زُبان لڑکھڑائی اور دوسرے ہی پَل دلکش چہرے اور مائل کرتی آنکھوں میں سارے زمانے کی خفگی اور طیش سمٹ آیا۔ سورج کا عباس جان نِثار کی پُشت جُھلسانا تو کچھ بھی نہیں تھا۔

"میں آپکی حفاظت کے لیئے آیا ہوں۔" خفا آنکھوں میں کچھ پھِر سے یاد آنے پر شعلے بڑھک اُٹھے۔

"تمہیں ٹرمینیشن لیٹر نہیں مِلا؟" میزاب کے کڑے سوال پر عباس نے فرصت سے اُس چہرے کو نگاہ بھر کر دیکھا۔ پیچھے ہوتی مار دھاڑ سے بے نیاز اِس چہرے کو دیکھتے رہنا بہت پُرسکون تجربہ تھا۔ شور شرابے میں اُسکا ہونا مقدس خاموشی کی مانند تھا۔ سامنے سورج کا راستہ روکے کھڑا دِل پسند مردِ واقعتاً آفتوں کے سامنا ڈھال بن کر کھڑا تھا۔ عباس نے جیب سے نکال کر بائیں ہاتھ کی مدد سے ٹرمینیشن لیٹر اُسکے سامنے لہرا کر چھوڑ دیا۔ تیز ہوا اُسے اُچک کر تیزی سے کہیں دُور اُڑا لے گئی۔ سُرمائی آنکھوں نے طیش سے پھیل کر سُنہری شوق مند آنکھوں میں دیکھا مگر نگاہ ٹھہرنے کے بجائے لرز کر جُھک گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نے مُجھ سے کیا گیا معاہدہ توڑا ہے۔اَب تم میرے باڈی گارڈ نہیں رہے۔"میزاب کی لرزتی آواز میں کچھ اِیسا تھا کہ عباس کا چہرہ ماند ہوا۔کیا وہ اُسے دُور دھکیل دے گی؟کیا عباس جان نِثار اِس چہرے کو دیکھنے کے لیئے ترس جائے گا؟؟سوال بڑے ہی جان لیوا تھے اِسکا اِدراک عباس جان نِثار کو ابھی،اِسی لمحے ہوا۔

"میں نے تمھیں خبردار کر دیا تھا کہ معاہدہ کس صورت ختم ہو گا تو اَب کیوں آئے ہو؟"اُسکی بات کا اِشارہ عباس اچھی طاح جان گیا تھا۔اُس نے ہر موقعے پر جو کانٹریکٹ کی شک اُسکے دل ودماغ میں بٹھانے کی کوشش کی تھی وہی عباس نے بھک سے اُڑا دی تھی۔

"میں آپ کو کچھ ہونے نہیں دے سکتا۔آپکو محفوظ رکھنا اُس کانٹریکٹ سے زیادہ اہم ہے۔" اُس نرم حلاوت بھرے لہجے پر میزابِ رحمت سانس نہیں لی سکی۔

"تم میری نفی کر رہے ہو؟"لرزتے لہجے کا سوال بڑا دِل شکن تھا۔

"میں آپ کی نفی کر سکتا ہوں؟"سوال کے بدلے سوال کیا گیا مگر کیا وہ سوال تھا۔اُس زخم زخم شخص کو دیکھتی پلکیں لرزنے لگیں۔وہ آنکھوں کے رستے دِل میں اُتر جانے پر بضد تھا۔

"تم جاؤ یہاں سے۔ تم نے میری بات نہیں مانی۔" وہ ہنوز اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی تھی۔ قبل اِسکے عباس کے سامنے سے گزرتی، وہ تیزی سے اُسکے عین سامنے آیا اگر میزاب بروقت نہ رُکتی تو اُسکے زخمی بازو سے ٹکرا جاتی۔ خفگی سے خفا آنکھیں سوالیہ اُٹھیں۔

"آپ اِس تپتی دُھوپ میں سب پر سایہ کرتے کرتے تھک گئی ہوں گی۔ اَب مجھے شجر بننے دیں۔" اُسکے اِصرار میں سارے زمانے کی نرمی اور اپنائیت تھی۔ میزاب کا لگا وہ اگر یہیں کھڑی رہی تو ہمیشہ کھڑی رہ جائے گی۔ اُسے آگے بڑھنا تھا، یہاں نہیں ٹھہرنا تھا مگر تبھی اُسکی نگاہ عباس کے بازو تک گئی۔

"تم۔۔۔ تمہارا خُون نِکل رہا ہے۔" اُسکی لرزتی آواز پر عباس نے رُخ پھیر لیا جانتا تھا میزاب پھر اُسکو دُور دھکیل دے گی اور یہی ہوا۔

"ڈی-ایس-پی صاحب! اپنے دوست کو لے جائیں۔" قریب آتے جواد کو دیکھ کر اُس نے اِتنی سنجیدگی سے کہا کہ عباس شَل رہ گیا۔ دوسری نگاہ اُس پر ڈالے بغیر وہ اُسکے برابر سے ہو کر اندر فیکٹری کی جانب بڑھ گئی۔ عباس نے چہرہ پھیر کر اُسے جاتے دیکھا۔ وہ اُسے نظرانداز کر کے جا چکی تھی اور عباس کو ابھی، اِسی پَل معلوم ہوا کہ محبت میں نظرانداز ہونا نصف موت

ہے۔تپتی دُھوپ اور مٹی میں اُسے جُھلس کر جاتے دیکھنا تکلیف دہ تھا۔عباس اُسکے ساتھ ہوتا تو آگے بڑھ کر اُسے سایہ فراہم کرتا مگر وہ تو اُسے جھٹک کر جا چُکی تھی۔

✓صد حیف! تُجھے دُھوپ میں جَلتے ہوئے دیکھا

افسوس! کہ ہم سایہ دیوار نہیں تھے۔۔۔

عباس نے پِھر ہر ممکن کوشش کی کے میزابِ رحمت اُسکی بات سُن لے مگر اُس کو نہ جانے کیا ہوا تھا جو بس ایک ذرا سے حملے اور کنڑیکٹ کی عجیب سی شک کو جواز بنا کر اُس سے برگشتہ ہو چُکی تھی۔ہاشم بزنجو نے بھی میزاب کو سمجھانے کی کوشش کی مگر اُس نے سب سے آنکھیں ماتھے پر رکھ لی تھیں۔وہ جو آسانی سے سب کی باتیں مان جاتی تھی اَب کسی صورت بات تک سُننے کو تیار نہیں تھی۔عباس کو ہاشم بزنجو نے چار ہفتوں کا آف دے دیا تھا اور وہ اُنکے قصر میں مزید نہیں رہ سکتا تھا خاص کر تب جب میزابِ رحمت اُسے دیکھنے، سُننے تک کی روادار نہیں تھی۔عباس بھی پِھر اُسے بتائے بغیر اپنے گھر واپس آ گیا۔اُسکے زخم کھل جانے کی وجہ سے ڈاکٹر کی سخت ہدایت تھی کہ اٹھائیس دِن تک مکمل آرام کیا جائے ورنہ ہمیشہ کے لیئے بازو

کے جوڑ میں مسئلہ رہے گا تبھی جواد اور شجاع اُسکا ہر ممکن خیال رکھ رہے تھے مگر دو ہفتوں میں وہ اِس قدر چڑچڑا ہو چُکا تھا کہ جواد اور شجاعت کبھی کبھار دنگ رہ جاتے۔ شجاعت کچھ نہیں جانتا تھا مگر جواد، اُنکا ہمنوا تھا۔ جانتا تھا کہ کس بات نے اُسے اِتنا چڑچڑا، بے چین اور اُکتایا ہوا کر رکھا تھا۔ دو ہفتے پہلے بزنجو انڈسٹریل ایریا کے سامنے ہونے والے احتجاج کا سارے واقعے کا جواد عینی شاہد تھا۔ اُس نے عباس کے چہرے کے وہ تاثرات دیکھے تھے جو میزابِ رحمت کو خود سے دُور جاتے دیکھ کر ہو گئے تھے۔ عباس جان نِثار سب کے ہاتھوں سے نِکل چُکا تھا یہاں تک کے اپنے بھی ہاتھوں سے تبھی تو جب اُس نے جواد کو کہہ کر میزاب کی پسِ پردہ رہ کر کسی قابل بندے سے حفاظت کا کہا تھا تو جواد کیسے سَر پیٹ کر رہ گیا۔ بے شک جانتا تھا کہ عباس جان نِثار، میزابِ رحمت کے معمالے میں خطرناک حد تک سنجیدہ ہو چُکا ہے مگر پھر بھی اُسے لگتا تھا کہ میزابِ رحمت کی دو ہفتے کی مکمل نظر اندازی اُسکا اور اُسکے دِل کا دماغ ٹھکانے لگانے کو کافی تھی مگر یہ جواد اَر مغان کی غلط فہمی تھی۔

عباس جہاں پوری قوت سے بزنجو خاندان کی جڑیں کاٹنے میں اُنکو آئے روز کسی نہ کسی مُصیبت میں گھسیٹنے لگا تھا وہیں اُسکا دِل شدت سے میزابِ رحمت کی جانب مائل ہو چُکا تھا۔ اِس بے اِختیار سفر سے کوئی واپسی نہیں تھی۔ کاشف بزنجو کے روزانہ ہونے والے نیب کے

سَمن پر اُنکے اثاثے منجمند کر دیئے گئے تھے مزید مُدثر صاحب کے بھی پُول نہ جانے کیسے اور کیوں میڈیا پر آنے لے تھے۔اِن سارے معاملات کو سنبھال سنبھال کر میزاب تھک نہیں رہی تھی۔کوئی نہ کوئی خبر، دھچکا اور ذلت وہ بڑے وقار اور صبر سے ہینڈل کرتی کیونکہ جانتی تھی کہ یہ اُسکے اپنے اور اُسکے خاندان کے اعمال ہیں۔اِن سے بھاگا نہیں جا سکتا۔اِن کو عوام کی نظروں سے غائب نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ گریس سے برداشت کرنا تھا۔الرحمت کے ساتھ کاشف بزنجو کی معزولی کے بعد فیکٹریاں بھی وہ جانفشانی سے سنبھال رہی تھی گویا بزنجو خاندان کا سارا بار اُسکے کندھوں پر تھا گو کہ تقی اور مُدثر اُسکی مدد کر رہے تھے مگر مُدثر کے اثاثوں کی چھان بین کی وجہ سے سٹاک میں بہت خرابی ہو گئی تھی جِس کے بعد ہاشم بزنجو نے اُسکی آمد و رفت محدود کر دی تھی۔ فیکٹری کے کام سے تھک ہار کر جِس وقت وہ آفس میں آئی، ایک بے اِختیار نظر اُس آفس کی جانب چلی گئی جو باڈی گارڈ کا تھا۔یہ بے اِختیار نظر پچھلے اٹھائیس دِنوں سے میزابِ رحمت کا معمول تھی۔چوبیس گھنٹوں میں سے ایک لمحہ دِل کو چُرانے کے لیئے یہی ملتا تھا۔

"وہ ٹھیک ہو چُکا ہو گا۔اُسکے زخم مندمل ہو چُکے ہوں گے۔" ٹیبل پر موجود کیلنڈر پر تاریخ دیکھتے ہوئے اُس نے گہرا سانس لیا۔عباس جان نِثار کو نکالے، اُسکو دیکھے میزابِ رحمت کو

آج پورے اٹھائیس دِن ہو چکے تھے۔ وقت گزرا نہیں تھا، گزارا گیا تھا۔ اَب بھی اُسکی سوچوں کا محور وہی شخص تھا جو اُسکی زندگی میں آنے والا پہلا مہربان اور مُخلص شخص تھا جو پوری بے رِیائی سے اُسکی جانب بڑھا تھا۔ بیگ سے سیاہ اور سُنہری رنگ کی دھاریوں والا نفیس سا رومال نکال کے ہاتھ میں لیئے میزابِ رحمت اُسی شخص کو تصور کیئے بیٹھی تھی جِسکو دِل کے موسموں کا اِختیار سونپ دیا گیا تھا مکمل رضامندی سے۔ سیل فون کی بجتی بیل نے اُسے خوش کُن خیالات سے باہر لا پٹخا۔ ایک تو یہ منحوس فون کالز!

"اسلام علیکم!" دوسری جانب ہاشم بزنجو تھے۔

"وعلیکم اسلام! یاد ہے نہ بیٹے آج کاشف کے ساتھ عدالت جانا ہے تم نے۔" وہ جانتے تھے کہ اُسے یاد ہے مگر مقصد یقین دہانی کرنا تھا۔

"جی! میں بس نکلنے لگی ہوں۔" اُنکو تسلی کروا کر بیگ اُٹھاتے ہوئے وہ باہر نِکل آئی۔

"آپ کام کریں۔ مجھے آج دیر ہو جائے گی۔" نرمی سے کائنات کو بتا کر میزاب تیز قدموں سے لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔ اُسکی گاڑی جِس پَل الرحمت سے نکلی، دُور درخت کے پاس کھڑی گاڑی نے کسی کو سیل فون پر میسج بھیجا۔

"میم! گھر کے لیئے نِکل چکی ہیں۔" میسج بھیج کر سیاہ پی- کیپ میں ملبوس شخص خود بھی گاڑی سٹارٹ کر کے ایک مُناسب، محسوس نہ کیئے جانے والے فاصلے سے سیاہ گاڑی کے پیچھے ہو لیا۔ سُنسان شاہراہ سے گزرتے ہوئے میزاب کی گاڑی جھٹکا کھا کر رُکی اور پھر بند ہو گئی۔

"کیا مُصیبت ہے؟" سیٹ بیلٹ کھول کر باہر نکلتے ہوئے اُس نے بونٹ کھول کر اندر جھانکا۔ گاڑی شاید گرم ہو گئی تھی۔ اُسے جلد از جلد عدالت پُہنچنا تھا۔ پانی چیک کرنے کے بعد مزید ڈال کر وہ گاڑی کے کُھلے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اندر کی جانب بٹن سٹارٹ کرنے کو جُھکی اور گاڑی کا انجن بیدار ہو گیا۔

"ہاہ شُکر اللہ!" کہہ کر پیچھے ہوتے ہوئے قبل اِسکے وہ سیدھی ہوتی کسی نے پیچھے سے آکر پوری قوت سے اُسکے مُنہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُسکی ناک پر رومال جما دیا۔ خود کو چُھڑانے کی ہر کوشش دماغ کے دُھندلاتے ہی معدوم ہو گئی اور پِھر کوئی اُسکے چہرے پر کپڑا ڈال کر بازوؤں سے گھسیٹ کر درختوں کے پاس کھڑی سیاہ ویگن میں ڈال کر بھگا لے گیا۔ یہ سب اِتنا جلدی اور رازداری سے ہوا تھا کہ دُور کھڑی گاڑی میں کسی سے فون پہ بات کرتے شخص کو خبر بھی نہیں ہو سکی۔ پندرہ منٹ بعد سیاہ گاڑی کو یونہی کھڑے دیکھ کے کچھ سوچتے ہوئے وہ بندہ

گاڑی سے نِکل کر اُس سیاہ گاڑی کی جانب بڑھا اور پِھر خالی دیکھ کر بھاگتا ہوا آیا۔ جھانک کر اندر، سائیڈ پر، پیچھے ہر طرف یہاں تک کہ نیچے بھی پریشانی سے جھانک لیا مگر وہ عورت وہاں کہیں بھی نہیں تھی وہی عورت جِسکی حفاظت کے لیئے اُسے رکھا گیا تھا۔ اُس عورت کو زمین نگل گئی تھی یا آسمان؟ یک دم ذہن میں جھماکہ ہوا اور پِھر سیل فون جیب سے نکال کر ڈی۔ ایس۔ پی جواد اَرمغان کو کال مِلائی۔

"سَر! ایک بُری خبر ہے۔ مجھے لگتا ہے مِس میزاب کو اغواء کر لیا گیا ہے۔" اُس اطلاع پر آفس میں بیٹھا جواد بے یقینی کے ساتھ ایک جھٹکے سے اُٹھا۔ ذہن سب سے پہلے عباس جان نِثار کی جانب گیا جِس نے یقیناً زمین آسمان ایک کر دینے تھے۔

جاری ہے!

Clubb of Quality Content

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842